iqbalkalmati.blogspot.com
Bazm
BAZM
ابن انشاء
ابن انشاء

شاعر، مزاح نگار، اصلی نام شیر محمد خان تھا اور تخلص انشاء۔ آپ 15 جون 1927 کو جالندھر کے ایک نواحی گاؤں میں پیدا ہوئے۔

1946ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی اے اور 1953ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ 1962ء میں نشنل بک کونسل کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ ٹوکیو بک ڈوپلمنٹ پروگریم کے وائس چیرمین اور ایشین کو پبلی کیشن پروگریم ٹوکیو کی مرکزی مجلس ادارت کے رکن تھے۔ روزنامہ جنگ کراچی ، اور روزنامہ امروزلاہور کے ہفت روزہ ایڈیشنوں اور ہفت روزہ اخبار جہاں میں ہلکے فکاہیہ کالم لکھتے تھے۔

دو شعری مجموعے، چاند نگر 1900ء اور اس بستی کے کوچے میں 1976ء شائع ہو چکے ہیں۔ 1960ء میں چینی نظموں کا منظوم اردو ترجمہ (چینی نظمیں) شائع ہوا۔ یونیسکو کے مشیر کی حیثیت سے متعدد یورپی و ایشیائی ممالک کا دورہ کیا تھا۔ جن کا احوال اپنے سفر ناموں چلتے ہو چین چلو، آوارہ گرد کی ڈائری، دنیا گول ہے ، اور ابن بطوطہ کے تعاقب میں اپنے مخصوص طنزیہ و فکاہیہ انداز میں تحریر کیا۔ اس کے علاوہ اردو کی آخری کتاب، اور خمار گندم ان کے فکاہیہ کالموں کے مجموعے ہیں۔

آپ کا انتقال 11 جنوری 1978 کو ہوا۔

(وکیپیڈیا سے)

January 8, 1952

آج کچھ لوگ گھر نہیں آئے
کھو گئے ہیں کہاں تلاش کرو
دامن چاک کے ستاروں کو
کھا گیا آسماں تلاش کرو
ڈھونڈ کے لاؤ یوسفوں کے تیں
کارواں کارواں تلاش کرو
ناتواں زیست کے سہاروں کو
یہ جہاں وہ جہاں تلاش کرو
گیس آنسو رلا رہی ہے غضب
چار جانب پولس کا ڈیرا ہے
گولیوں کی زبان چلتی ہے
شہر میں موت کا بسیرا ہے
کون دیکھے تڑپنے والوں میں
کون تیرا ہے کون میرا ہے
آج پھر اپنے نونہالوں کو
صدر میں وحشیوں نے گھیرا ہے
حکم تھا ناروا گلہ نہ کرو
خون بہنے لگے جو راہوں میں
یعنی سرکار کو خفا نہ کرو
پی گئے بجلیاں نگاہوں میں
آج دیکھو نیاز مندوں کو
خون ناحق کے داد خواہوں میں
سرنگوں اور خموش صف بستہ
کتنے لاشے لیے ہیں باہوں میں
آستینوں کے داغ دھو لو گے
قاتلوں آسماں تو دیکھتا ہے
چین کی نیند جا کے سو لو گے
تم کو سارا جہاں تو دیکھتا ہے
قسمت خلق کے خداوند
تم سے خلقت حساب مانگتی ہے
روح فرعونیت کے فرزندو
بولو بولو۔۔۔۔۔۔جواب مانگتی ہے

ابن انشاء

آتی ہے پون جاتی ہے پون

جوگی کا بنا کر بھیس پھرے
برہن ہے کوئی ، جو دیس پھرے
سینے میں لیے سینے کی دُکھن
آتی ہے پوَن ، جاتی ہے پون

پھولوں نے کہا، کانٹوں نے کہا
کچھ دیر ٹھہر، دامن نہ چھڑا
پر اس کا چلن وحشی کا چلن
آتی ہے پوَن ، جاتی ہے پون

اس کا تو کہیں مسکن نہ مکاں
آوارہ بہ دل ، آوارہ بہ جاں
لوگوں کے ہیں گھر، لوگوں کے وطن
آتی ہے پوَن ، جاتی ہے پون

یہاں کون پون کی نگاہ میں ہے
وہ جو راہ میں ہے، بس راہ میں ہے
پربت کہ نگر، صحرا کہ چمن
آتی ہے پوَن ، جاتی ہے پون

رکنے کی نہیں جا، اٹھ بھی چکو
انشاء جی چلو، ہاں تم بھی چلو
اور ساتھ چلے دُکھتا ہُوا مَن
آتی ہے پوَن ، جاتی ہے پون

ابھی تو محبوب کا تصور

ابھی تو محبوب کا تصور بھی پتلیوں سے مٹا نہیں تھا

گراز بستر کی سلوٹیں ہی میں آسماتی ہے نیند رانی

ابھی ہو اول گزرنے پایا نہیں ستاروں کے کارواں کا

ابھی میں اپنے سے کہہ رہا تھا شب گزشتہ کی اک کہانی

ابھی مرے دوست کے مکاں کے ہرے دریچوں کی چلمنوں سے

سحر کی دھندلی صباحتوں کا غبار چھن چھن کے آ رہا ہے

ابھی روانہ ہوئے ہیں منڈی سے قافلے اونٹ گاڑیوں کے

فضا میں شور ان گھنٹیوں کا عجب جادو جگا رہا ہے

ابیات

در سے تو ان کے اٹھ ہی چکا ہے کہہ دو جی سے بھلانے کو
لے گئے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر لوگ کہیں دیوانے کو

اے دل وحشی دشت میں ہم کو کیا کیا عیش میسر ہیں
کانٹے بھی چب جانے کو ہیں تلوے بھی سہلانے کو

ان سے یہ پوچھو کل کیوں ہم کو دشت کی راہ دکھائی تھی
شہر کا شہر امڈ آیا آج یہی سمجھانے کو

ابن انشاء

اس آباد خرابے میں

لو وہ چاہِ شب سے نکلا، پچھلے پہر پیلا مہتاب
ذہن نے کھولی، رُکتے رُکتے، ماضی کی پارینہ کتاب:
یادوں کے بے معنی دفتر، خوابوں کے افسردہ شہاب
سب کے سب خاموش زباں سے، کہتے ہیں اے خانہ خراب
گُزری بات، صدی یا پل ہو، گُزری بات ہے نقش بر آب
یہ رُوداد ہے اپنے سفر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

شہر تمنّا کے مرکز میں، لگا ہُوا ہے میلا سا
کھیل کھلونوں کا ہر سو ہے، اک رنگیں گُلزار کھلا
وہ اک بالک، جس کو گھر سے، اک درہم بھی نہیں ملا
میلے کی سج دھج میں کھو کر، باپ کی اُنگلی چھوڑ گیا
ہوش آیا تو، خُود کو تنہا پا کے بہت حیران ہوا
بھیڑ میں راہ ملی نہی گھر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

وہ بالک ہے آج بھی حیراں، میلا جیوں کا تُوں ہے لگا
حیراں ہے، بازار میں چُپ چُپ، کیا کیا بِکتا ہے سودا
کہیں شرافت، کہیں نجات، کہیں مُحبّت، کہیں وفا
آل اولاد کہیں بِکتی ہے، کہیں بُزرگ، اور کہیں خُدا
ہم نے اس احمق کو آخر، اِسی تَذبذُب میں چھوڑا
اور نکالی، راہ مَفر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

رہ نوردِ شوق کو، راہ میں، کیسے کیسے یار مِلے
ابرِ بہاراں، عکسِ نگاراں، خالِ رُخِ دلدار مِلے
کچھ بلکل مٹّی کے مادُھو، کچھ خنجر کی دھار مِلے
کچھ منجدھار میں، کچھ ساحل پر، کچھ دریا کے پار مِلے
ہم سب سے ہر حال میں لیکن، یُونہی ہاتھ پسار مِلے
اُن کی ہر خُوبی پہ نظر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

ساری ہے بے ربط کہانی، دُھندلے دُھندلے ہیں اوراق
کہاں ہیں وہ سب، جن سے جب تھی، پل بھر کی دُوری بھی شاق
کہیں کوئی ناسُور نہیں، گو حائل ہے، برسوں کا فراق
کِرم فراموشی نے دیکھو، چاٹ لےئے کتنے میثاق
وہ بھی ہم کو رو بیٹھے ہیں، چلو ہُوا قِصّہ بے باق
کُھلی، تو آخر بات اثر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

خوار ہُوئے دمڑی کے پیچھے، اور کبھی جھولی بھر مال
ایسے چھوڑ کے اُٹّھے، جیسے چھُوا، تو کر دے کا کنگال
سیانے بن کر بات بِگاڑی، ٹھیک پڑی سادہ سی چال
چھانا دشتِ محبّت کتنا، آبلہ پا، مجنوں کی مثال
کبھی سکندر، کبھی قلندر، کبھی بگُولا، کبھی خیال
سوانگ رچاۓ، اور گُزر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

زیست، خُدا جانے ہے کیا شے، بُھوک، تجسّس، اشک، فرار
پھوُل سے بچّے، زُہرہ جبینیں، مرد، مجسّم باغ و بہار
مُرجھا جاتے ہیں کیوں اکثر، کون ہے وہ جس نے بیمار
کیا ہے رُوحِ ارض کو آخر، اور یہ زہریلے افکار:
کس مٹّی سے اُگتے ہیں سب، جینا کیوں ہے اک بیگار
ان باتوں سے قطع نظر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

دُور کہیں وہ کوئل کُوکی، رات کے سنّاٹے میں، دُور
کچّی زمیں پر بِکھرا ہوگا، مہکا مہکا آم کا بُور
بارِ مُشقّت کم کرنے کو، کھلیانوں میں کام سے چُور
کم سِن لڑکے گاتے ہوں گے، لو دیکھو وہ صبح کا نُور
چاہِ شب سے پھُوٹ کے نکلا، میں مغموم، کبھی مسُرور
سوچ رہا ہوں، اِدھر اُدھر کی، اس آباد خرابے میں
دیکھو ہم نے کیسے بسر کی، اس آباد خرابے میں

اِک بار کہو تم میری ہو

ہم گھوم چکے بستی بن میں
اِک آس کی پھانس لیے من میں
کوئی ساجن ہو، کوئی پیارا ہو
کوئی دیپک ہو، کوئی تارا ہو
جب جیون رات اندھیری ہو
اِک بار کہو تم میری ہو

جب ساون بادل چھائے ہوں
جب پھاگن پُول کِھلائے ہوں
جب چندا رُوپ لُٹا تا ہو
جب سُورج دُھوپ نہا تا ہو
یا شام نے بستی گھیری ہو
اِک بار کہو تم میری ہو

ہاں دل کا دامن پھیلا ہے
کیوں گوری کا دل مَیلا ہے
ہم کب تک پیت کے دھوکے میں
تم کب تک دُور جھروکے میں
کب دید سے دل کو سیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

کیا جھگڑا سُود خسارے کا
یہ کاج نہیں بنجارے کا
سب سونا رُوپ لے جائے
سب دُنیا، دُنیا لے جائے
تم ایک مجھے بہتیری ہو
اک بار کہو تم میری ہو

ابنِ انشاء

الوداع

ہونے والا ہوں جدا تیرے نواحات سے آج
اے کہ موجیں ہیں تری شاہ سمندر کا خراج
اب نہ آؤں گا کبھی سیر کو ساحل پہ ترے
الوداع اے جوئے سرداب ہمیشہ کے لیے
لاکھ ضو ریز ہوں خورشید ترے پانی پر
عکس افگن ہو اس آئینے میں سو بار قمر
پر نہ آؤں گا سیر کو ساحل پہ ترے
الوداع اے جوئے سرداب ہمیشہ کے لیے
پھر اراروٹ پہ کشتی کوئی آ کر ٹھہری
پھر اراروٹ پہ کشتی کوئی آ کر ٹھہری
کوئی طوفاں متلاطم سر جودی آیا
سینٹ برنارڈ کے کتوں نے جو نہ خوشبو پائی
برف نے لاشۂ آدم بہ زمیں دفنایا
سینگ بدلے ہیں زمیں گاؤ نے حیراں ہو کر
یا مہا دیو غضبناک ہوا چلا یا
بطن اٹنا سے ابلتے ہوئے لاوے کا خروش
صرصر موت نے ہر چار جہت پہنچا یا
پمپیائی کے جھروکے ہوئے یکسر مسدور
آل قابیل نے دنیا کا قبالہ پایا

ابن انشاء

اندھی شبو؛ بے قرار راتو

اندھی شبو ؛ بے قرار راتو ؛
اب تو کوئی جگمگاتا جگنو
اب کوئی تمتماتا مہتاب
اب تو کوئی مہرباں ستارہ
گلیوں میں قریب شام ہر روز
لگتا ہے جو صورتوں کا میلہ
آتا ہے جو قامتوں کا ریلا
کہتی ہیں حیرتی نگاہیں
کس کس کو ہجوم میں سے چاہیں
لیکن یہ تمام لوگ کیا ہیں
ا پنے سے دور ہیں جدا ہیں
ہم نے بھی تو جی کو خاک کر کے
دامان شکیب چاک کر کے
وحشت ہی کا آسرا لیا تھا
جینے کو جنوں بنا لیا تھا
اچھا نہ کیا۔۔۔مگر کیا تو
اندھی شبو ، بے قرار راتو
کب تک یونہی محفلوں کے پھرے
اچھے نہیں جی کے یہ اندھیرے
اب تو کوئی بھی دید نہیں ہے
ہونے کی بھی امید نہیں ہے
ہم بھی تو عہد پاستاں ہیں
ماضی کے ہزار داستاں ہیں
پیماں کے ہزار باغ توڑے
دامان وفا پہ داغ چھوڑے
دیکھیں جو انا کے روزنوں سے
پیچھے کہیں دور دور مدھم
پراں ہیں خلا کی وسعتوں میں
اب بھی کئی ٹمٹماتے جگنو
اب بھی کئی ڈبڈباتے مہتاب
اب بھی کئی دستاں ستارے
آزردہ بحال ، طپاں ستارے
پیچھے کو نظر ہزار بھاگے
لوگو رہ زندگی ہے آگے
جتنے یہاں راز دار غم ہیں
تارے ہیں کہ چاند ہے کہ ہم ہیں
ا ن کا تو اصول ہے یہ بانکے
اس دل میں نہ اور کوئی جھانکے
خالی ہوئے جام عاشقی کے
اکھڑے ہیں خیام عاشقی کے
قصے ہیں تمام عاشقی کے

ابنِ انشاء

انشاجی کی کیابات بنے گی

انشا جی کیا بات بنے گی ہم لوگوں سے دور ہوئے
ہم کس دل کا روگ بنے ، کس سینے کا ناسور ہوئے
بستی بستی آگ لگی تھی ، جلنے پر مجبور ہوئے
رندوں میں کچھ بات چلی تھی شیشے چکناچور ہوئے
لیکن تم کیوں بیٹھے بیٹھے آہ بھری رنجور ہوئے
اب تو ایک زمانہ گزرا تم سے کوئی قصور ہوئے
اے لوگو کیوں بھولی باتیں یاد کرو ، کیا یاد دلاؤ
قافلے والے دور گئے ، بجھنے دواگر بجھتا ہے الاؤ
ایک موج سے رک سکتا ہے طوفانی دریا کا بہاؤ
سمے سمے کا ایک راگ ہے ،سمے سمے کا اپنا بھاؤ
آس کی اُجڑی پھلواری میں یادوں کے غنچے نہ کھلاؤ
پچھلے پہر کے اندھیارے میں کافوری شمعیں نہ جلاؤ
انشا جی وہی صبح کی لالی ۔ انشا جی وہی شب کاسماں
تم ہی خیال کی جگر مگر میں بھٹک رہے ہو جہاں تہاں
وہی چمن وہی گل بوٹے ہیں وہی بہاریں وہی خزاں
ایک قدم کی بات ہے یوں تو رد پہلے خوابوں کا جہاں
لیکن دورا فق پر دیکھو لہراتا گھنگھور دھواں
بادل بادل امڈ رہا ہے سہج سہج پیچاں پیچاں
منزل دور دکھے تو راہی رہ میں بیٹھ رہے ستائے
ہم بھی تیس برس کے ماندے یونہی روپ نگر ہو آئے
روپ نگر کی راج کماری سپنوں میں آئے بہلائے
قدم قدم پر مدماتی مسکان بھرے پر ہاتھ نہ آئے
چندرما مہراج کی جیوتی تارے ہیں آپس میں چھپائے
ہم بھی گھوم رہے ہیں لے کر کاسہ انگ بھبھوت رمائے
جنگل جنگل گھوم رہے ہیں رمتے جوگی سیس نوائے
تم پریوں کے راج دلارے ،تم اونچے تاروں کے کوی
ہم لوگوں کے پاس یہی اجڑا انبر ، اجڑی دھرتی
تو تم اڑن کھٹولے لے کر پہنچو تاروں کی نگری
ہم لوگوں کی روح کمر تک دھرتی کی دلدل میں پھنسی
تم پھولوں کی سیجیں ڈھونڈو اور ندیاں سنگیت بھری
ہم پت جھڑ کی اجڑی بیلیں ، زرد زرد الجھی الجھی
ہم وہ لوگ ہیں گنتے تھے تو کل تک جن کو پیاروں میں
حال ہمارا سنتے تھے تو لوٹتے تھے انگاروں میں
آج بھی کتنے ناگ چھپے ہیں دشمن کے بمباروں میں
آتے ہیں نیپام اگلتے وحشی سبزہ زاروں میں
آہ سی بھر کے رہ جاتے ہو بیٹھ کے دنیاداروں میں
حال ہمارا چھپتا ہے جب خبروں میں اخباروں میں
اوروں کی تو باتیں چھوڑو ، اور تو جانے کیا کیا تھے
رستم سے کچھ اور دلاور بھیم سے بڑھ کر جودھا تھے
لیکن ہم بھی تند بپھرتی موجوں کا اک دھارا تھے
انیائے کے سوکھے جنگل کو جھلساتی جوالا تھے
نا ہم اتنے چپ چپ تھے تب، نا ہم اتنے تنہا تھے
اپنی ذات میں راجا تھے ہم اپنی ذات میں سینہ تھے
طوفانوں کا ریلا تھے ہم ، بلوانوں کی سینا تھے

انشا جی کیوں عاشق ہو کر

انشا جی کیوں عاشق ہو کر درد کے ہاتھوں شور کرو
دل کو اور دلاسا دے لو من کو میاں کٹھور کرو

آج ہمیں اس دل کی حکایت دور تلک لے جانی ہے
شاخ پہ گل ہے باغ میں بلبل جی میں مگر ویرانی ہے

عشق ہے روگ کہا تھا ہم نے آپ نے لیکن مانا بھی
عشق میں جی سے جاتے دیکھے انشا جیسے دانا بھی

ہم جس کے لیے ہر دیس پھرے جوگی کا بدل کر بھیس
بس دل کا بھرم رہ جائے گا یہ درد تو اچھا کیا ہو گا

اِنشا جی ہاں تمہیں بھی دیکھا

انشا جی ہاں تمہیں بھی دیکھا درشن چھوٹے نام بہت

چوک میں چھوٹا مال سجا کر لے لیتے ہو دام بہت

یوں تو ہمارے درد میں گھائل صبح نہ ہو شام بہت

اک دن ساتھ ہمارا دو گے اس میں ہمیں کلام بہت

باتیں جن کی گرم بہت ہیں کام انہی کے خام بہت

کافی کی ہر گھونٹ پہ دوہا کہنے میں آرام بہت

دنیا کی اوقات کہی ، کچھ اپنی بھی اوقات کہو

کب تک چاک دہن کو سی کر گونگی بہری بات کہو

داغ جگر کو لالہ رنگیں اشکوں کو برسات کہو

سورج کو سورج نہ پکارو دن کو اندھی رات کہو

ایک آسیب زدہ شام

کل شام کی پیلی روشنی جب ڈوب رہی تھی
گھر پہنچا میں سوچ میں ڈوبا ، گھبرا یا
دور کہیں بنسری کی تانا ڑا کے
ایک پرانے دوست نے جنگل میں بلایا
ویرانی ہے تنہائی ہے خاموشی ہے
ٹھیر ذرا اے دوست میں آیا ابھی آیا
دور کہیں اک بنسری کی تان البیلی
گونج رہی تھی اور میں دبکا دبکا یا
آنگن کی ویرا ن فضا میں گھوم رہا تھا
ایک ایک کمرے میں جھانکا ، دیا جلایا
کھڑکی کے پٹ کھول کے تاروں کو دیکھا
بھیگی بھیگی نرم ہوا کا جھونکا آیا
کون ہوا کس دیس کا یہ چھیل چھبیلا
پیت کے ہاتھوں باؤلا قسمت کاستا یا
روپ نگر کی شہزادی کی کھوج میں حیراں
وقت کی تپتی دھوپ میں جھلساسنو لایا
دیس دیس کے راکشوں سے لڑتا بھڑتا
آج ہمارے شہر کی جانب نکل آیا
کس ظالم نے شام کے اس شانت سمے میں
مہجوری کے درد کو ، سوتے سے جگا یا
گونج رہی ہے بنسری کی تان البیلی
درد برہ کا ہو گیا کچھ اور رسوایا
کھڑکی کے پٹ بھیڑ دوں اور دیا جلالوں
چاروں کوٹوں پھیل چکی ہے رات کی چھایا
دور دیس کے باولے اوچھیل چھبیلے
ہم نے کیا اس پیت میں کھویا ،کیا پا یا
صحراؤں میں راہ راہ کی مٹی چھانی
دریاؤں کا موڑ مو ڑ پر ساتھ نبھایا
بادل بن کر انبر انبر گھومے لیکن
کب پہنچا ہے چاند تک دھرتی کا جایا
روپ نگر کی شہزادی کی کھوج میں حیراں
دیکھ چکے جو پیت ہم کو دکھلایا
راج کیا کبھی دوار دوار پر بھکشا مانگی
تحفے میں کبھی پھول ملے کبی پاتھر کھایا
لیکن اب تو بھیگے دامن سوکھ چکے ہیں
ٹھہر ذرا اے دوست میں آیا ابھی آیا
روندے رہے ہیں اوس کو ڈھلتے ڈھلتے پاؤں
ہر پتی نے دیکھ کے ہم کو سیس نوایا
وادی گھیری گاؤں کے چولھوں کے دھوئیں نے
دور دور سے سرمئی بادل گھر آیا
پچھم میں سونے کی نوکا ڈوب چلی ہے
کانٹے تو نے چبھ کر ناحق پاپ کمایا
سونک رہا ہے بوڑھا پیپل سائیں سائیں
دیکھو چوتھی رات کا چندا ابھر آیا
لیکن اب وہ بنسری کی تان کہاں ہے
تو نے پھر کیوں رانجھڑے یاں ہمیں بلایا
دھندلے سائے دھندلی راہیں میٹ رہی ہیں
میں تو بستر چھوڑ کے آ کے پچھتا یا
شاخ شاخ پر شور مچاتے پنچھی دبکے
دیکھو دیکھو جھیل میں کیسا طوفاں آیا
چٹے چٹے سارس بیٹھے ایک کنارے
ڈھونڈ رہے ہیں چندا کی لہراتی چھایا
بنسی کی آواز فضا میں ڈوب رہی ہے
کوئی چھلاوا تھا کہ ہمیں نے دھوکا کھایا
نیلا انبر پیلے چاند کا جھومر باندھے
دیکھو اب اس پیڑ کے اوپر اتر آیا
پھندے ڈالے گاؤں کے چولھوں کے دھوئیں نے
دور کہیں اک جانور ، بن کر ڈکرایا
کوئی بگولا کفنی ڈالے ناچ رہا ہے
کوئی ستارہ ٹوٹ کر وہ گرا -- خدایا
بیتی گھڑیاں بھولی یادیں ، مٹتے سپنے
سب بیری ہیں سب نے مل کر جال بچھایا
اوس گری تو بنسی کے شعلے مرجھائے
چار کوٹ سے اندھیارے کا طوفاں آیا
روح میں گھس کر بیٹھ گئے مٹیالے سائے
دیکھا اپنی سوچ نے کیا کیاسونگ رچایا
بنسی کی آواز فضا میں گونج رہی ہے
گھر پہنچا ہوں سوچ میں ڈوبا گھبرایا
دوس دیس کے باؤلے او چھل چھبیلے
تجھ پر بھی کیا کسی آسیب کاسایا
کھڑکی کے پٹ بھیڑ لوں اور دیا بجھا دوں
ٹھہر ذرا اے دوست میں آیا ابھی آیا

ابن انشاء

اے دل دیوانہ

مجبور ہے دکھانا ؟
رنجور ہے دکھانا ؟
اپنے سے غافل تھا
ان کو بھی نہ پہچانا
کیوں اے دل دیوانہ

وہ آپ بھی آتے تھے
ہم کو بھی بلاتے تھے
کل تک جو حقیقت تھی
کیوں آج ہے افسانہ
ہاں اے دل دیوانہ

وہ آج کی محفل میں
ہم کو بھی نہ پہچانا
کیا سوچ لیا دل میں
کیوں ہو گیا بیگانہ
کیوں اے دل دیوانہ

ہاں کل سے نہ جائیں گے
پر آج تو ہو آئیں
ہاں رات کے دریا میں
مہتاب ڈبو آئیں
وہ بھی ترا فرمانا
ہاں اے دل دیوانا

اے رودِ رائن

اے رودِ رائن

اے رودِ رائن اے رودِ رائن
ساحل بہ ساحل تیرے قرائن
شہر اور قصبے تیرے مدائن
صدیوں کی تاریخ باندھے ہے لائن
کہسار کہسار قلعوں کے مینار
وادی بہ وادی گرجوں کے مینار
گرما کہ سرما میلوں کی بھرمار
رقص اور نغمہ حسن طرح دار

ابنِ انشاء

اے گمنام سپاہی

ایک گمنام سپاہی ہوں چلا جاتا ہوں

بات پوری بھی نہیں تم نے سنی یااللہ

اے گمنام سپاہی

کس دھرتی کا بیٹا ہے تو

کس منزل کا راہی ۔۔۔۔۔۔اے گمنام سپاہی

فوجیں گزریں، لشکر گزرے

پیدل گزرے، اڑکے کر گزرے

چھائی شب کی سیاہی۔۔۔۔۔اے گمنام سپاہی

دیکھ چمن میں بیلا پھولا دیکھ پپیہے چہکے

کیوں گلچیں سے پینگ بڑھائے یہیں چمن میں رہ کے

تجھ پر یہ ہتیار سجائے دشمن نے کیا کہہ کے

بستی بستی موت کا پہرا

چاروں کوٹ تباہی۔۔۔۔اے گمنام سپاہی

دے ہر چیز گواہی

بستی بستی گھومنے والے

بستی بستی گھومنے والے پیتوں کے بنجارے
روپ نگر کی ابلا گوری آئے شہر تمہارے
کیا جانے کیا مانگیں چاہیں جنم جنم کے لوبھی
ہم سے پیت کرو گی گوری ہم سے پیت کرو گی
بال اندھیری رات کے بادل گال چٹکلے گیسو
ہونٹ تمہارے نورس کلیاں نین تمہارے جادو
ان کی دھوپ اجالا من کا ان کی چھاؤں گھنیری
ہم سے پیت کرو گی گوری ہم سے پیت کرو گی

ابن انشاء

بستی میں دیوانے آئے

بستی میں دیوانے آئے
چھب اپنی دکھلانے آئے
دیکھ رے درشن کی لو بھی
کر کے لاکھ بہانے آئے
پیت کی ریت نبھانی مشکل
پیت کی ریت نبھانے آئے
اُٹھ اور کھول جھروکا گوری
سب اپنے بیگانے آئے
پیر، پروہت، مُلّا، مکھیا
بستی کے سب سیانے آئے
طعنے، مہنے، اینٹیں، پاتھر
ساتھ لئے نذرانے آئے
سب تجھ کو سمجھانے والے
آج انہیں سمجھانے آئے
اب? لوگوں سے کیسی چوری
اُٹھ اور کھول جھروکا گوری
درشن کی برکھا برسا دے
ان پیاسوں کی پیاس بُجھا دے
اور کسی کے دوار نہ جاویں
یہ جو انشاء جی کہلا دیں
تجھ کو کھو کر دنیا کھوئے
ہم سے پوچھو کتنا روئے
جگ کے ہوں دھتکارے ساجن
تیرے تو ہیں پیارے ساجن
گوری روکے لاکھ زمانہ
ان کو آنکھوں میں بٹھلانا
بجھتی جوگ جگانے والے
اینٹیں پاتھر کھانے والے
اپنے نام کو رسوا کر کے
تیرا نام چھپانے والے
سب کچھ بوجھے، سب کچھ جانے ؟
انجانے بن جانے والے
تجھ سے جی کی بات کہیں کیا
اپنے سے شرمانے والے
کر کے لاکھ بہانے آئے
جوگی لیکھ جگانے آئے
دیکھ نہ ٹوٹے پیت کی ڈوری
اُٹھ اور کھول جھروکا گوری

ابنِ انشاء

بنجارن کا بوجھ

پہلی بار بنجارن آئی
خوشیوں کی لئے کھاری
ہونٹ عنابی باتیں شرابی
کھاری اس کی بھاری
ایک خوشی تو میں نہیں دونگی
لیتی ہو لو ساری
دوجی بار بنجارن آئی
کھاری آن اتاری
آدھی خوشیاں آدھی غم
ملی جلی تھی کھاری
خوشیاں دے جا غمیاں لے جا
نا ممکن میں واری
تیجی بار بنجارن آئی
سر پر بوجھا بھاری
جی گھایلا ور چپ چپ چہرا
کھاری نہ جائے اتاری
آگے بڑھ کر آخر میں نے
سر پہ لے لی ساری
بھاری سی وہ کھاری

ابن انشاء

پانچ جولائی پھر نہیں آئی

پانچ جولائی پھر نہیں آئی
پانچ جولائی پھر بھی آنی تھی

چھ مہینے میں جو تمام ہوئی
کس قدر مختصر کہانی تھی

میری فرہانہ اے میری فینی
پیت کچھ روز تو نبھاتی تھی

کون سی شے نہ تھی تمہارے پاس
حسن تھا، ناز تھا ، جوانی تھی

موت دی تم نے زیست کے بدلے
کیا یہی عشق کی نشانی تھی

تم تو بیگانہ ہو گئیں ہم سے
اپنی حالت ہمیں سنانی تھی

تم نے کچھ اور جی میں سوچا تھا
ہم نے کچھ اور بھی ٹھانی تھی

شام تیسیوں نومبر کی
کتنی دلکش تھی کیاسہانی تھی

تیری گفتار میں طلاطم تھا
تیری رفتار میں جوانی تھی

تیرے غمزوں نے ہم کو جیت لیا
ہم نے کب کس ہار مانی تھی

اب فقط یاد کا خرابہ ہے
ورنہ اپنی بھی زندگانی تھی

اپنے لب کیوں بچا لیے تم نے
اپنے انشا کی جاں بچانی تھی

پایان فارم

ہم لوگ تو ظلمت میں جینے کے بھی عادی ہیں

اس درد نے کیوں دل میں شمعیں سی جلا دی ہیں

اک یاد پہ آہوں کا طوفاں اڈتا ہوا آتا ہے

اک ذکر پہ اب دل کو تھا ما نہیں جا تا ہے

اک نام پہ آنکھوں میں آنسو چلے آتے ہیں

جی ہم کو جلاتا ہے ہم جی کو جلاتے ہیں

ہم لوگ تو مدت سے آوارہ و حیراں تھے

اس شخص کے گیسو کب اس طور پریشاں تھے

یہ شخص مگر اے دل پردیس سدھارے گا

یہ درد ہمیں جانے کس گھاٹ اتارے گا

عشق کا چکر ہے انشا کے ستاروں کو

ہاں جا کے مبارک دو پھر نجد میں یاروں کو

پھر تمہارا خط آیا

پھر تمہارا خط آیا
شام حسرتوں کی شام
رات تھی جدائی کی
صبح صبح ہرکارہ
ڈاک سے ہوائی کی
نامۂ وفا لایا
پھر تمہارا خط آیا
پھر کبھی نہ آؤنگی
موجۂ صبا ہو تم
سب کو بھول جاؤنگی
سخت بے وفا ہو تم
دشمنوں نے فرمایا
دوستوں نے سمجھایا
پھر تمہارا خط آیا
ہم تو جان بیٹھے تھے
ہم تو مان بیٹھے تھے
تیری طلعتِ زیبا
تیرا دید کا وعدہ
تیری زلف کی خوشبو
دشتِ دور کے آہو
سب فریب سب مایا
پھر تمہارا خط آیا
ساتویں سمندر کے
ساحلوں سے کیوں تم نے
پھر مجھے صدا دی ہے
دعوت وفا دی ہے
تیرے عشق میں جانی
اور ہم نے کیا پایا
درد کی دوا پائی
دردِ لا دوا پایا
کیوں تمہارا خط آیا

پہلا سجدہ

وہ ارمانوں کی اجڑی ہوئی بستی
پھر آج آباد ہوتی جا رہی ہے
جہاں سے کاروانِ شوق گزرے
نہ جانے کتنی مدت ہوگئی ہے
پلا تھا صحبت اہلِ حرم میں
میں برسوں سے تبستاں آشنا تھا
بنی لیکن خدا سے نہ بتوں سے
میں دونوں آستانوں سے خفا تھا
مگر کچھ اور ہی عالم ہے اب تو
میں اپنی حیرتوں میں کھو گیا ہوں
مجسم ہو گئے ہیں حسن و جبروت
مجھے لینا میں بہکا جا رہا ہوں
کوئی یزداں ہو بت ہو آدمی ہو
اضافی قیمتوں سے ماورا ہوں
میں پہلی بار سجدہ کر رہا ہوں

تحقیق

تھوڑی کڑوی ضرور ہے بابا
اپنے غم کا مگر مداوا ہے
ذائقہ کا قصور ہے بابا
تلخ و شیریں میں فاصلہ کیا ہے
رنگ و روغن کو سال و سن کو نہ دیکھ
پیڑ گننا کہ آم کھانا ہے
عمر گزری ہے خانقاہوں میں
ایک شب یاں گزار جانا ہے
حسن مختوم خوب تھا بابا
کاش حصے میں آپ کے آسکتا
عشق معصوم کیا کہا بابا
کاش میں یہ فریب کھاسکتا
حسن کا مل عیار عشق نفیس
سب مراحل سے گزر چکا ہوں میں
دل خریدا تھا کبھی ان کا
اب فقط اتنا جانتا ہوں میں
ایک رنگین خواب تھے بابا
موجہ ہائے سراب تھے بابا
ورنہ سرحد پہ تشنہ کامی کی
مئے رنگیں ہے سادہ پانی ہے
شرط حسن و وفا اضافی ہے
قید تسکین نفس کافی ہے

ابن انشاء

تلانجلی

تو جو کہے تجدید محبت میں تو مجھے کچھ عار نہیں
دل ہے بکار خویش ذرا ہشیار ،ابھی تیار نہیں
صحرا جو عشق جنوں پیشہ نے دکھائے دیکھ چکا
مد و جزر کی لہریں گھٹتے بڑھتے سائے دیکھ چکا
عقل کا فرمانا ہے کہ اب اس دام حسیں سے دور ہوں
زنداں کی دیواروں سے سر پھوڑ مرا نوخیز جنوں
صحبت اول ہی میں شکست جرات تنہا دیکھ چکا

(۲)

کاوش نغمہ رنگ اثر سے عاری کی عاری ہی رہی
جلوہ گری تیری بھی نشاط روح کا ساماں ہو نہ سکی
سوچ رہا ہوں کتنی تمناؤں کو لیے آیا تھا یہاں
مجھ پہ نگاہ لطف تری اب بھی ہے مگر پہلی سی کہاں
آج میں ساقی یاد ہوں تجھ کو درد تہ ساغر کے لیے
کل کی خبر ہے کس کو بھلا اتنا بھی رہے کل یا نہ رہے
دھند کے بادل چھوٹ رہے ہیں ٹوٹتے جاتے ہیں افسو
سوچ رہا ہوں کیوں نہ اسی بے کیف فضا میں لوٹ چلوں
ساقی رعنا تجھ سے یہی کم آگہی کا شکوہ ہی رہا
کاوش نغمہ رنگ اثر سے عاری کی عاری ہی رہی
حیلہ گری تیری بھی نشاط روح کا ساماں ہو نہ سکی
لذت و زیرو بم سے رہی محروم نوائے بربط و نے
ڈھل نہ سکے آہنگ میں خاک آنہ سکی فریاد میں لے
کر دیکھی ہر رنگ میں تو نے سعی نشاط سوز دروں
پھر بھی اے مطرب خلوت محمل میں رہی لیلائے سکوں
کشتی آوارہ کو کسی ساحل کا سہارا مل نہ سکا
دیکھ چکا انجام تمنا ، جان تمنا تو ہی بتا
ہے یہی نشہ غایت صہباساقی رعنا تو ہی بتا
چارہ غم تھا دعوی نغمہ ،خالق نغمہ تو ہی بتا
حسن کا احساں اٹھ نہ سکے تو عشق کا سودا چھوڑ نہ دوں
کیف بقدر ہوش نہ ہو تو ساغر صہبا چھوڑ نہ دوں
بربط و نے سے کچھ نہ بنے تو بربط و نے کو توڑ دوں
قطع جنوں میں جرم ہی کیا ہے پھر مری لیلی تو ہی بتا

جب عمر کی نقدی ختم ہوئی

ا ب عمر کی نقدی ختم ہوئی
ا ب ہم کو ادھار کی حاجت ہے
ہے کوئی جو ساہو کار بنے
ہے کوئی جو دیون ہار بنے
کچھ سال ،مہینے، دن لوگو
پر سود بیاج کے بن لوگو
ہاں،اپنی جاں کے خزانے سے
ہاں عمر کے توشہ خانے سے
کیا کوئی بھی ساہو کار نہیں
کیا کوئی بھی دیون ہار نہیں
جب ناما دھر کا آیا کیوں
سب نے سر کو جھکایا ہے
کچھ کام ہمیں نپٹانے ہیں
جنہیں جاننے والے جانے ہیں
کچھ پیار ولار کے دھندے ہیں
کچھ جگ کے دوسرے پھندے ہیں
ہم مانگتے نہیں ہزار برس
دس پانچ برس دو چار برس
ہاں ،سود بیاج بھی دے لیں گے
ہں اور خراج بھی دے لیں گے
آسان بنے، دشوار بنے
پر کوئی تو دیون ہار بنے
تم کون ہو تمہارا نام کیا ہے
کچھ ہم سے تم کو کام کیا ہے
کیوں اس مجمع میں آئی ہو
کچھ مانگتی ہو ؟ کچھ لاتی ہو
یہ کاروبار کی باتیں ہیں
یہ نقد ادھار کی باتیں ہیں
ہم بیٹھے ہیں کشکول لیے
سب عمر کی نقدی ختم کیے
گر شعر کے رشتے آئی ہو
تب سمجھو جلد جدائی ہو
اب گیت گیاسنگیت گیا
ہاں شعر کا موسم بیت گیا اب پت جھڑ آئی پات گریں
کچھ صبح گریں، کچھ را ت گریں
یہا پنے یار پرانے ہیں
اک عمر سے ہم کو جانے ہیں
ان سب کے پاس ہے مال بہت
ہاں عمر کے ماہ و سال بہت
ان سب کو ہم نے بلایا ہے
اور جھولی کو پھیلایا ہے
تم جاؤ ان سے بات کریں
ہم تم سے نا ملاقات کریں
کیا پانچ برس ؟
کیا عمرا پنی کے پانچ برس ؟
تم جا ن کی تھیلی لائی ہو ؟
کیا پاگل ہو ؟ سو دائی ہو ؟
جب عمر کا آخر آتا ہے
ہر دن صدیاں بن جاتا ہے
جینے کی ہوس ہی زالی ہے
ہے کون جو اس سے خالی ہے
کیا موت سے پہلے مرنا ہے
تم کو تو بہت کچھ کرنا ہے
پھر تم ہو ہماری کون بھلا
ہاں تم سے ہمارا رشتہ ہے
کیاسود بیاج کا لالچ ہے ؟
کسی اور خراج کا لالچ ہے ؟
تم سوہنی ہو ، من موہنی ہو ؛
تم جا کر پوری عمر جیو
یہ پانچ برس، یہ چار برس
چھن جائیں تو لگیں ہزار برس
سب دوست گئے سب یار گئے
تھے جتنے ساہو کار ، گئے
بس ایک یہ ناری بیٹھی ہے
یہ کون ہے ؟ کیا ہے ؟ کیسی ہے ؟
ہاں عمر ہمیں درکار بھی ہے ؟
ہاں جینے سے ہمیں پیار بھی ہے
جب مانگیں جیون کی گھڑیاں
گستاخ آنکھوں کت جا لڑیاں
ہم قرض تمہیں لوٹا دیں گے
کچھ اور بھی گھڑیاں لا دیں گے
جو ساعت و ماہ و سال نہیں
وہ گھڑیاں جن کو زوال نہیں
لو اپنے جی میں اتار لیا
لو ہم نے تم کو ادھار لیا

جپوست

جب درد کا دل پر پہرا ہو
اور جب یاد کا گھاؤ گہرا ہو
آجائے گا آرام
جپوست نام
جپوست نام
یہ بات تو ظاہر ہے بھائی
ہے عشق کا حاصل رسوائی
پر سوچو کیوں انجام
جپوست نام
جپوست نام
یہ عمر کسی پر مرنے کی
کچھ بیت گئی کچھ بیتے گی
وہ پکی ہے تم خام
جپوست نام
جپوست نام
جب عشق کا درد تم بھرتے ہو
کیوں ہجر کے شکوے کرتے ہو
یہ عشق کا ہے انعام
جپوست نام
جپوست نام
سب اول اول گھبراتے ہیں
سب آخر آخر لے آتے
اس کافر پر اسلام
جپوست نام
جپوست نام
اب چھوڑ کے بیٹھو چپکے سے
سب جھگڑے دین اور دنیا کے
آتی ہے وہ خوش اندام
جپوست نام
جپوست نام
جہاں میر سفر، وزیر بھی ہے
اس بھیڑ میں ایک فقیر بھی ہے
اور اس کا ہے یہ کلام
جپوست نام
جپوست نام

ابن انشاء

جس کی محنت اس کا حاصل

سکھ کے سپنے دیکھتے جاگے
جگ جگ کے دکھیارے سائیں
کھلتا ہے محنت کا پرچم
سنتے ہو جیکارے سائیں
دھرتی کانپنے انبر کانپے
کانپیں چاند ستارے سائیں
لوہے کو پگھلانے والے
آپ بھی ہیں انگیارے سائیں
گولی لاٹھی ، پیہ ، ساسن
ان کے آگے ہا رے سائیں
کل تک تھے یہ سب بیچارے پر
آج نہیں بیچارے سائیں
تو نے تو یہ بات سمجھ لی
! اوروں کو سمجھا رے سائیں
ان کی محنت ہم نے لوٹی
ہم سب ہیں ہنڈارے سائیں
ان کی قسمت کٹیا کھولی
ہم نے محل اسارے سائیں
ان کا حصہ آدھی روٹی
اپنے پیٹ اپھارے سائیں
ان کے گھر اندھیارا ٹوٹا
سورج چاند ہمارے سائیں
اندھیاروں کا جاد و ٹوٹے
اب وہ جوت جگارے سائیں
ان سے جگ نے جو کچھ لوٹا
آج انہیں لوٹا رے سائیں
تو بھی دیکھے میں بھی دیکھوں
محنت کے نظارے سائیں
آج بھی کتنی خالی دھرتی
کتنے کھیت کنوارے سائیں

☆☆☆

یہ دھرتی کا پوٹا چیریں
کوئلہ ۔ لوہا بھر بھر لائیں
خون پسینے فرق نہ سمجھیں
بھاری بھر کم ملیں چلائیں
چونا پتھر مٹی گارا
یہی سنبھالیں یہی ا ٹھائیں
پھر بھی ہے دل میں یہی دبدھا
کل کیا پہنیں کل کیا کھائیں
پیٹ پہ پتھر باندھ کے سوئیں
فٹ پاتھوں پر عمر بتائیں

☆☆☆

اندھیاروں کا سینہ چیرے
اب وہ جوت جگانا ہوگا
ان سے جگ نے جو کچھ لوٹا
آج انہیں لوٹا نا ہوگا
جس کی محنت اس کا حاصل
اب ہی بھید بتا نا ہو گا
اب تو اور ہی شام سویرا
اب تو اور زمانہ ہوگا
اب ان کو سمجھا نا کیسا
اپنے کو سمجھا نا ہو گا
پہلے تھے ارشاد ہمارے
اب ان کافر ما نا ہو گا
ا ن کے بھاگ جگا کر سائیں
اپنا بھاگ جگا نا ہو گا

ابن انشاء

جنوری کی سرد راتیں ہیں طویل

دل بہلنے کی نہیں کوئی سبیل
جنوری کی سرد راتیں ہیں طویل
ڈالتا ہوں اپنے ماضی پر نگاہ
گاہے گاہے کھینچتا ہوں سرد آہ
کس طرح اب دل کو رہ پر لاؤں میں
کس بہانے سے اسے بھولاؤں میں
سب کو محو خواب راحت چھوڑ کے
نیند آتی ہے مرے شبستاں میں مرے
مجھ کو سوتے دیکھ کر آتا ہے کوئی
میرے سینے سے چمٹ جاتا ہے کوئی
دیکھتا ہوں آکے ا کثر ہوش میں
کوئی ظالم ہے مری آغوش میں
خود کو مگر تنہا ہی پاتا ہوں میں
پھر گھڑی بھر بعد سوجاتا ہوں میں
پھر کسی کو دیکھتا ہوں خواب میں
اس دفعہ پہچان لیتا ہوں تمہیں
بھاگ جاتے ہو قریب صبحدم
چھوڑ دیتے ہو رہین رنج و غم
مجھ کو تم سے عشق تھا مدت ہوئی
ان دنوں تم کو بھی الفت مجھ سے تھی
کم نگاہیا قتضائے سال و سن
کیا ہوئی تھی بات جانے ایک دن
بندا پنا آنا جانا ہو گیا
اور اس پر اک زمانا ہو گیا
تم غلط سمجھے ہوا میں بد گماں
بات چھوٹی تھی مگر پہنچی کہاں
جلد ہی میں تو پیشماں ہوگیا
تم کو بھیا حساس کچھ ایسا ہوا
نشہ پندار میں لیکن تھے مست
تھی گراں دونو پہ تسلیم شکست
ہجر کے صحرا کو طے کرنا پڑا
مل گیا تھا رہنما امید سا
ہے مری جرات کی اصل اب بھی یہی
دل یہ کہتا ہے کہ دیکھیں تو سہی
جس میں اترا تھا ہمارا کارواں
اب بھی ممکن ہے وہ خالی ہو مکاں
آج تک دیتے رہے دل کو فریب
اب نہیں ممکن ذرااتاب شکیب
آؤ میرے دیدہ تر میں رہو
آؤ اس اجڑے ہوئے گھر میں رہو
حوصلے سے میں پہل کرتا تو ہوں
دل میں اتناسوچ کر ڈرتا بھی ہوں
تم نہ ٹھکرا دو مری دعوت کہیں
میں یہ سمجھوں گا اگر کہہ دو نہیں
گردش ایام کو لوٹالیا
میں نے جو کھو دیا تھا پا لیا

چار پہر کی رات

جھوٹی سچی مجبوری پر لال دلھن نے کھینچا ہات
باجے گاجے بجتے رہے پر لوٹ گئی ساجنکی برات
سکھیوں نے اتنا بھی نہ دیکھا ٹوٹ گئے کیا کیا سنجوگ
ڈھولک پر چاندی کے چوڑے چھنکاتے میں کاٹی رات
بھاری پردوں کے پیچھے کی چھایا کو معلوم نہ تھا
آج سے بیگانہ ہوتا ہے کس کا دامن کس کا ہات
میلے آنسو ڈھلکے جھومر ،اجلی چادرسونی سیج
اوشا دیوی یوں دیکھ رہی ہو کس کی محبت کی سوغات
چاند کے اجیالے پی نہ جاؤ موم کی یہ شمعیں نہ بجھاؤ
باہر کے سورج نہ بلا ؤ جلنے دو تنکے کے ا لاؤ
کس مہندی کا رنگ ہوا یہ کس سہرے کے پھول ہوئے
بوجھنے والے بوجھ ہی لیں گے لاکھ نہ بولو لاکھ چھپاؤ
ہم کو کیا معلوم نہیں سمجھوں کو ناحق سمجھاؤ
جیسے کل کی بات ہو جانی پیت کے سب پیمان ہوئے
پردے اڑیں دریچے کانپیں پروا کے جھونکے آئیں جائیں
سانجھ سمے کے شوکتے جنگل کس کو پکاریں کس کو بلائیں
درد کی آنچ جگر کو جلائے پلکیں نہ جھپکیں نیند نہ آئے
روگ کے کیڑے سینہ چاٹیں زخموں کی دیواریں سہلائیں
یاد کے دوار کو تیغہ کر دو جگہ جگہ پہرے بٹھلا دو
اجنبی بنجاروں سے کہہ دو پیت نگر کی راہ نہ آئیں
انشا جی اک بات جو پوچھیں تم نے کسی سے عشق کیا ہے
ہم بھی تو سمجھیں ہم بھی تو جانیں عشق میں ایسا کیا ہوتا ہے
مفت میں جان گنوا لیتے ہیں ہم نے تو ایسا سن رکھا ہے
نام و مقدم ہمیں بتلائیں آپ نہ اپنے جی کو دکھائیں
ہم ابھی مشکیں باندھ کے لائیں کون وہ ایسا ماہ لقا ہے
سانس میں پھانس جگر میں کانٹے سینہ لال گلال نہ پوچھ
اتنے دنوں کے بعد تو پیارے بیماروں کا حال نہ پوچھ
کیسے کٹے جیسے بھی کٹے اب اور بڑھے گا ملال نہ پوچھ
قرنوں اور جگنوں پر بھاری مھجوری کے سال نہ پوچھ
جن تاروں کی چھاؤں میں ہم نے دیکھے تھے وہ سکھ کے خواب
کیسے ان تاروں نے بگاڑی ا پنی ہماری چال نہ پوچھ

ابن انشاء

حفاظتی بند باندھ لیجیے

ہم میں آوارہ سو بو لوگو
جیسے جنگل میں رنگ و بو لوگو
ساعت چند کے مسافر سے
کوئی دم اور گفتگو لوگو
تھے تمہاری طرح کبھی ہم بھی
رنگ و نکہت کی آبرو لوگو
قریۂ عاشقی ہراچہ و دل
گھر ہمارے بھی تھے کبھی لوگو
وقت ہوتا تو آرزو کرتے
جانے کس شے کی آرزو لوگو
تاب ہوتی تو جستجو کرتے
جانے کس کس کی جستجو لوگو
کوئی منزل نہیں روانا ہیں
ہم مسافر میں بے ٹھکانا ہیں

ابن انشاء

خواب ہی خواب تھا

خواب ہی خواب تھا تصویریں ہی تصویریں تھی
یہ ترا لطف ترے مہر و محبت ، لیکن
تیرے جانے سے یہ جینے کے بہانے بھی چلے
تجھ کو ہونا تھا کسی روز تو رخصت لیکن
اپنا جینا بھی کوئی دن ہے ہمیشہ کا نہیں
تو نے کچھ روز تو دی زیست کی لذت لیکن
پھر وہی دشت ہے دیوانگی دل بھی وہی
پھر وہی شام وہی پچھلے پہر کا رونا
اب تری دید نہ وہ دور کی باتیں ہوں گی

ابن انشاء

خود میں ملا لے یا ہم سے آ مل

خود میں ملا لے یا ہم سے آ مل
اے نور کامل اے نور کامل
روز ازل بھی رشتہ یہی تھا
تو ہم میں پنہاں ہم تجھ میں شامل
ہم سا رضا جو تم سا جفا جو
دیکھا نہ معمول پایا نہ عامل
دل کی زباں ہے اس کو تو سمجھ
ہم تم سے بولیں تلگو نہ تامل
اے بے وفا مل اے بے وفا مل

ابن انشاء

داستان لیلاں چنسیر سے

لیلا۔۔ تو نے کیوں محو کیا ہے انہیں لوح دل سے
حاصل زیست سمجھتے ہیں جو پیارے تجھ کو
اے مرے و سرو کنور ؛ میرے چنسیر راجہ
دل مرا آج بھی رو رو کے پکارے تجھ کو
ان کے زخموں پہ مدھر بولوں کا مرہم رکھنا
اب بھی اپنا جو سمجھتے ہیں بچارے تجھ کو
ان کو خلقت کی نگاہوں نہ رسوا کر نا
واسطہ دیتی ہوں جینے کے سہارے تجھ کو
میں تری پیت کی ماری ہوں بچاری ابلا
کچھ خیال آتا ہے اس بات کا بارے تجھ کو
تیری سو رانیاں ،تو میرا اکیلا پیتم
دل بسارے تو بھلا کیسے بسارے تجھ کو شاہ لطیف
ایک ادنی سا گلو بند تھا جس کی خاطر
کھو دیا دل کے خداوند کو ناداں تو نے
تجھ سے بر گشتہ ہوا تیرا چنبر راجا
کپٹی کو نرو سے کیا ایک جو پیماں تو نے
اپنی قسمت کا عجب ا لٹا ہے صفحہ غافل
بات کی ہے بڑی رسوائی کے شایاں تو نے
چل گیا ادنی سے زیور کی ڈلک کا جادو
جانے کیا سمجھا تھا چاہت کو مری جاں تو نے
لیلا،میں یہ سمجھتی تھی کہ یہ ہا ر مرصع رتنار
ہاتھ آئے تو مرا روپ سوایا ہو گا
یہ نہ سمجھی تھی کہ یہ ہار ہے ظالم بیری
کپٹی کنرو نے کوئی جال بچھا یا ہوگا
شاہ لطیف،،، چل ذرا ڈال کے اب اپنے گلے میں پلو
ڈھونڈ اس چیز کو جو کھوئی ہے لیلا نے
شاید اب تجھ سے بنا لے تجھے پھر اپنا لے
عذر اس سے کو کیا عاجزو گریاں تو نے
پھر بھی مقصود مبارک نہ جو دل کا پا یا
درگہ یار سے محبوبہ کیا حیراں تو نے
یوں ہی فریاد کناں عفو کی طالب رہنا
ہاں جو چھوڑا کہیں امید کا داماں تو نے
ایک لغزش سے گنوایا ،نہ گنوایا ہو تا
اپنے محبوب کا الطاف فرا واں تو نے
رکھنا فریاد فغاں اب بھی وظیفہ اپنا
زیست کرنی ہے اگر زود پشیماں تو نے
لیلا۔۔۔ گن جو ہیں ایک زمانے کے گنائے تم نے
تم سمجھتے ہو کہ مجھ میں کوئی خوبی ہی نہ تھی
اپنی بخشش سے نوازو مجھے پیتم پیارے
کیوں کوئی ا ور بنے دل کی تمہارے رانی
میں نے سوچا ہے بہت سوچا یہ آ خر پا یا
دہر میں سوختہ جانوں کا مقدر ہے یہی
جس پہ غصے کی نگہ ہو تری پیتم پیارے
باندی بن جائے جو رانی ہو چہیتی رانی
آج میں در پہ ترے آئی ہوں سرو پیارے
اپنا اک عمر کا سرمائہ عصیاں لے کر
تو جو آزردہ ہے کیوں آؤں میں در پہ تیرے
دل آشفتہ و مجبور و پریشاں لے کر

ابن انشاء

دروازہ کھلا رکھنا

دل درد کي شدت سے خون گشتہ و سي پارہ

اس شہر میں پھرتا ہے اک وحشي و آوارہ

شاعر ہے کہ عاشق ہے جوگي ہے کہ بنجارہ

دروازہ کھلا رکھنا

سینے سے گھٹا اٹھے، آنکھوں سے جھڑي برسے

پھاگن کا نہیں بادل جو چار گھڑي برسے

برکھا ہے یہ بھادوں کی، جو برسے تو بڑی برسے

دروازہ کھلا رکھنا

ہاں تھام محبت کي گر تھام سکے ڈوری

ساجن ہے ترا ساجن، اب تجھ سے تو کیا چوری

جس کي منادي ہے بستي میں تري گوری

دروازہ کھلا رکھنا

دور تمہارا دیس ہے مجھ سے

دور تمہارا دیس ہے مجھ سے اور تمہاری بولی ہے
پھر بھی تمہارے باغ ہیں لیکن من کی کھڑکی کھولی ہے
آؤ کہ پل بھر مل کے بیٹھیں بات سنیں اور بات کہیں
من کی بیتا ،تن کا دکھڑا ، دنیا کے حالات کہیں
اس دھرتی پر اس دھرتی کے بیٹوں کا کیا حال ہوا
رستے بستے ہنستے جگ میں جینا کیوں جنجال ہوا
کیوں دھرتی پہ ہم لوگوں کے خون کی نسدن ہولی ہے
سچ پوچھو تو یہ کہنے کو آج یہ کھڑکی کھولی ہے
بیلا دیوی آج ہزاروں گھاؤ تمہارے تن من ہیں
جانتا ہوں میں جان تمہاری بندھن میں کڑے بندھن میں
روگ تمہارا جانے کتنے سینوں میں بس گھول گیا
دور ہزاروں کوس پہ بیٹھے ساتھی کا من ڈول گیا
یاد ہیں تم کو سانجھے دکھ نے بنگالے کے کال کے دن
راتیں دکھ ور بھوک کی راتیں دن جی کے جنجال کے دن
تب بھی آگ بھری تھی من میں اب بھی آگ بھری ہے من میں
میں تو یہ سوچوں آگ ہی آگ ہے اس جیون میں
اب سو نہیں جانا چاہیے رات کہیں تک جائے
ان کا ہاتھ کہیں تک جائے اپنی بات کہیں تک جائے
سانجھی دھرتی سانجھا سورج ،سانجھے چاند اور تارے ہیں
سانجھی ہیں سبھی دکھ کی ساری باتیں سانجھے درد ہمارے
گولی لاٹھی ہیسہ شاسن دھن دانوں کے لاکھ سہارے
وقت پڑیں کس کو پکاریں جنم جنم کے بھوک کے مارے
برس برس برسات کا بادل ندیا سی بن جائے گا
دریا بھی اسے لوگ کہیں گے ساگر بھی کہلائے گا
جنم جنم کے ترسے من کی کھیتی پھر بھی ترسے گی
کہنے کو یہ روپ کی برکھا پورب پچھم برسے گی
جس کے بھاگ سکندر ہوں گے بے مانگے بھی پائے گا
آنچل کو ترسانے والا خود دامن پھیلائے گا
انشا جی یہ رام کہانی پیت پہلی بوجھے کون
نام لیے بن لاکھ پکاریں بوجھ سہیلی بوجھے کون
وہ جس کے من کے آنگن میں یادوں کی دیواریں ہوں
لاکھ کہیں ہوں روپ جھروکے ،لاکھ البیلی ناریں ہوں
اس کو تو ترسانے والا جنم جنم ترسائے گا
کب وہ پیاس بجھانے والا پیاس بجھانے آئے گا

دوراہا

تم کسی کا بساؤ گی پہلو
مل رہے گا مجھے نیا ساتھی
تم کو سب کچھ گنوا کے پایا تھا
تم بھی کھو جاؤ گی خبر کیا تھی
درد نا گفتنی ہے ضبط غم
کیوں سمجھتی ہو سنگدل مجھ کو
تم بھی چاہو تو پوچھ لو آنسو
زخم کچے ہیں دل کے مت چھیڑو
مغتنم ہے یہ صحبت دو دم
مسکرا دو ذرا گلے مل لو
ہا ئے کتنا حسیں زمانہ تھا
دیر پا شے حسیں نہیں ہوتی
دن تھے لمحات سے سبک رو تر
رخصت مہر کی خبر نہ ہوئی
باتوں باتوں میں کٹ گئی راتیں
نیند سحر اپنا آزما نہ سکی
نرم رو قافلے ستاروں کے
چاند جیسے تھکا تھکا راہی
دیکھتے دیکھتے گزر بھی گئے
دل میں اک بے خودی سی طاری تھی
خیر اب اپنی راہ پر جاؤ
آگیا زندگی کا دورا ہا
حشر لاکھوں کا ہو چکا ہے یہی
عشق میں کون کامران رہا
تم مری ہو نہ میں تمہارا ہوں
اب تو رشتہ نہیں ہے کچھ اپنا
جب کبھی یاد آئے ماضی کی
ساتھ مجھ کو بھی یاد کر لینا
وصل کو جاوداں سمجھتے تھے
ہائے یہ سادگی محبت کی
کاش پہلے سے جانتے ہوتے
انتہا یہی محبت کی

ابن انشاء

ڈوری کے جو پردے ہیں

دوری کے جو پردے ہیں ٹک ان کو ہٹاؤ
آواز ہے مدماتی، صورت بھی دکھاؤ نا
راہوں میں بہت چہرے نظروں کو لبھاتے ہیں
بھر پور لگاوٹ کے جادو بھی جگاتے ہیں
ان اجنبی چہروں کو خوابوں میں بساؤ نا
ان دور کے شعلوں پر جی اپنا جلاؤ نا
ہاں چاندنی راتوں میں جب چاند ستاتا ہے
یادوں کے جھروکے میں اب بھی کوئی آتا ہے
وہ کون سجیلا ہے کچھ نام بتاؤ نا
اوروں سے چھپاتے ہو ہم سے تو چھپاؤ نا

دید کا تمنائی

تیری باتوں میں زندگی کا رس
تیری آواز میں ہے رعنائی
فون پر بولتی ہوئی محبوب
تو ابھی سامنے نہیں آئی
دل تجھے دیکھنے کو کہتا ہے
دل تری دید کا تمنائی
اک طرف عاشقی سے ہم مجبور
اک طرف ہم کو خوف رسوائی
صبر کا حوصلہ نہیں باقی
سن بیکار ، جان زیبائی
ہم نے مانا ، تو خوبصورت ہے
دیکھ ہم کو تیری ضرورت ہے

ڈرتے ڈرتے آج کسی کو

ڈرتے ڈرتے آج کسی کو دل کا بھید بتایا ہے
اتنے دنوں کے بعد لبوں پر نام کسی کا آیا ہے
اب یہ داغ بھی سورج بن کر ابھر ابھر چمکے گا
جس کو ہم نے دامن دل میں اتنی عمر چھپایا ہے
کون کہے گا وہ کان ملاحت چارہ درد محبت ہے
چارہ گری کی آڑ میں جس نے خود کو روگ لگایا ہے
ٹوٹ گیا جب دل کا رشتہ اب کیوں ریزے چنتی ہو
ریزوں سے بھی کبھی کسی نے شیشہ پھر سے بنایا ہے

رہ صحرا چلا ہے اے دل اے دل

رہ صحرا چلا ہے اے دل اے دل
دوانا ہو گیا ہے اے دل اے دل
سمیٹیں کارو بار عشق خوباں
بہت نقصاں ہوا ہے اے دل اے دل
چلیں اب کوئی تازہ غم خریدیں
کہ ہر غم کی دوا ہے اے دل اے دل
کریں کیا آرزو حسن جا ناں
زمانہ کونسا ہے اے دل اے دل

ابن انشاء

سائے

بادل امڈیں بجلی کڑکے طوفاں بڑا ڈرائے
چنچل چندا دور دور سے دیکھے اور مسکائے
نیلم نیل آکاش پہ اپنا پیلا جال بچھائے
گھم گھم سندیسوں سے اپنے پاس بلائے
لیکن ہاتھ نہ آئے

اونگھ رہے ہیں چار کوٹ میں پھیلے پھیلے سائے
قدم قدم پہ ناگ کھڑے ہیں اپنے پھن پھیلائے
اونچی نیچی چٹیل راہیں ، کومل جی گھبرائے
انشا کس کو پاس بیٹھا کے دل کی بات بتائے
کوئی نہ سننے آئے

نیلامی کے چوک میں انشا جھوٹے دانت لگائے
جھوٹے سکھوں کو چنکا کر اونچی ہانگ لگائے
آدھی رات تلک بیٹھا رہتا ہوں لیمپ جلائے
سوچ رہا ہوں اتنے دن میں کتنے پاپ کمائے
کس کو گنتی آئے

یاروں نے تو لال پھریرے دیس لہرائے
لاکھ کوس کی باٹیں کاٹیں تب جا کر ستائے
اب سندر سندر کو بتاؤں سے کوئی نہ دھوکا کھائے
انشا جیسے ایک بار بھٹکے تو ہوئے پرائے
پھر واپس نہ آئی

ابن انشاء

ساحل پر

اب تو نظروں سے چھپ چکا ہے جہاز
اڑ رہا ہے افق کے پار دھواں
اب وہ آئیں نہ آئیں کیا معلوم
جانے والوں کا اعتبار کہاں
وقت رخصت وہ رو دیے ہیں جب
میں نے مشکل سے اشک روکے تھے
مسکرا کر کہا تھا ۔ غم نہ کرو
تم بہت جلد لوٹ آؤ گے
لیکن اب جبکہ رو رہا ہوں میں
آ کے ڈھارس مری بندھائے کون
وہ مجھے چھوڑ جائیں ، نا ممکن
وہ چلے بھی گئے۔۔۔۔۔ بتائے کون ؟

ابن انشاء

ساحل دور سے توپوں کی دھمک

ساحل دور سے توپوں کی دھمک تو آتی ہے
کتنی گمبھیر ہے ساون کے نئے چاند کی رات
الکحل کرتی ہیں خوابیدہ رگوں سے چہلیں
سوجتی ہے دل وحشی کو بڑی دور کی بات
سینہ بحر پہ طوفان کو دبائے لے کر
رقص کرنے کو چلی آتی ہے بھوتوں کی برات
ساحل دور سے توپوں کی دھمک آتی ہے
کون ہے کس نے سمندر میں سلامی داغی
جانے کس برج میں الجھی ہے خیالوں کی کمند
کوئی پشتے پر کھڑا چیخ رہا ہے دیکھو
کوئی کشتی تو نہیں دور کہیں ڈوب چلی
ساحل دور سے توپوں کی دھمک آتی ہے
ابر کے ساتھ تو دیکھا ہے گرجتا بادل
کیا گرا دی ہے کہیں موجۂ دریائے فصیل
کیا زمیں بوس ہوا کسی کسریٰ کا محل
حلقۂ رقص میں ہیں باب جزیرے کے بلوچ
وہ جو اک غول نظر آتا ہے مشعل مشعل
درد سینے میں جگائی ہوئی دھیمی پروا
جانے کس دیس سے آئی کہاں جاتی ہے
بحر کاہل کے جزیروں کے افیمی باسی
قسمت مشرق اقصیٰ کے خداوند بنے
ہائے یہ ذہن یہ باتوں سے بہلتا ہی نہیں
ہائے یہ درد کہ برسوں کا ملاقاتی ہے
صبح کا سرخ ستارہ ہوا پیکن سے طلوع
کوس بجتا ہے کہ بڑھنے لگی دل کی دھڑکن
ساحل دور سے توپوں کی دھمک آتی ہے

ابن انشاء

سانجھ سمے کی کومل کلیاں

سانجھ سمے کی کومل کلیاں مسکائیں مرجھائیں
نگری نگری گھومنے والی پھر واپس نہ آئیں
ہم بیلوں پر اوس کے موتی ہم پھولوں کی خوشبو
پی پی پڑا پپیہا بولے کوئل کوکو ، کو کو

سب مایا ہے

سب مایا ہے، سب ڈھلتی پھرتی چھایا ہے
اس عشق میں ہم نے جو کھویا جو پایا ہے
جو تم نے کہا ہے، فیض نے جو فرمایا ہے
سب مایا ہے

ہاں گاہے گاہے دید کی دولت ہاتھ آئی
یا ایک وہ لذت نام ہے جس کا رسوائی
بس اس کے سوا تو جو بھی ثواب کمایا ہے
سب مایا ہے

اک نام تو باقی رہتا ہے، گر جان نہیں
جب دیکھ لیا اس سودے میں نقصان نہیں
تب شمع پہ دینے جان پتنگا آیا ہے
سب مایا ہے

معلوم ہمیں سب قیس میاں کا قصہ بھی
سب ایک سے ہیں، یہ رانجھا بھی یہ انشا بھی
فرہاد بھی جو اک نہر سی کھود کے لایا ہے
سب مایا ہے

کیوں درد کے نامے لکھتے لکھتے رات کرو
جس سات سمندر پار کی نار کی بات کرو
اس نار سے کوئی ایک نے دھوکا کھایا ہے
سب مایا ہے

جس گوری پر ہم ایک غزل ہر شام لکھیں
تم جانتے ہو ہم کیونکر اس کا نام لکھیں
دل اس کی بھی چوکھٹ چوم کے واپس آیا ہے
سب مایا ہے

وہ لڑکی بھی جو چاند نگر کی رانی تھی
وہ جس کی الھڑ آنکھوں میں حیرانی تھی
آج اس نے بھی پیغام یہی بھجوایا ہے
سب مایا ہے

جو لوگ ابھی تک نام وفا کا لیتے ہیں
وہ جان کے دھوکے کھاتے، دھوکے دیتے ہیں
ہاں ٹھوک بجا کر ہم نے حکم لگایا ہے
سب مایا ہے

جب دیکھ لیا ہر شخص یہاں ہرجائی ہے
اس شہر سے دور ایک کٹیا ہم نے بنائی ہے
اور اس کٹیا کے ماتھے پر لکھوایا ہے
سب مایا ہے

سعیِ رائیگاں

کتنی ٹھنڈک ہے یہیں نہر کنارے بیٹھیں
دل بہل جائے گا اس میں بھی ہے مشکل کوئی
ننھے بزغالوں کی سبزے پہ کلیلیں دیکھیں
اپنے سواگت کو پون آئی ہے دھیمی دھیمی
کتنے اند وہ سے کر پایا ہوں ان کو رخصت
وہ بھی افسردہ و مضطر تھا نگاہیں بھی غمیں
سند با ادب کے تو ہمراہ مجھے بھی لے چل
(دل جو بہلا تو کتابوں ہی میں آ کر بہلا)
میں تیرے ساتھ زمانے کی نظر سے اوجھل
لے کے چلتا ہوں خیالوں کاسفینہا پنا
کیا خبر اب میں انھیں یاد بھی ہوں گا کہ نہیں
کاش میں نے ہی انھیں ایسے نہ چاہا ہوتا
کتنے ہنگاموں سے آباد ہیں گلیاں بازار
(کلفتیں شہر کے ماحول نے دھوئیں دل سے)
آج ہر چیز کی صورت پہ انوکھا ہے نکھار
اتنے چہرے ہیں کہ پہلے کبھی دیکھے بھی نہ تھے
اتفاقات سے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں کہیں
خام امیدوں سے بہلاؤں کا دل کو کیسے ؟
خام امیدوں سے بہلاؤں گا دل کو کیسے
اتفاقات سے بچھڑے ہوئے ملتے ہیں کہیں
کتنے اندوہ سے کر پایا ہوں ان کو رخصت
دل بھی افسردہ و مضطر تھا نگاہیں بھی غمیں
کاش میں نے انھیں ایسے نہ چاہا ہوتا
اب تو شاید میں انھیں یاد بھی آؤں کہ نہیں

ابنِ انشاء

سفر باقی ہے

دوستو دوستو آؤ کہ سفر باقی ہے

اپنے گھوڑوں کو بڑھاؤ کہ سفر باقی ہے

یہ پڑاؤ بھی اٹھاؤ کہ سفر باقی ہے

ہی الاؤ بھی بجھاؤ کہ سفر باقی ہے

ہار کے بیٹھ نہ جاؤ کہ سفر باقی ہے

پھر نئی جوت جگاؤ کہ سفر باقی ہے

رہبروں کو نہ بلاؤ کہ سفر باقی ہے

ان کے وعدوں پہ نہ جاؤ کہ سفر باقی ہے

سندیس

ساگر کے ساحل سے لائی سرد ہوا کیسا سندیس

درد کی دھوپ میں جھلسے شاعر گھوم نہیں اب دیس بدیس

عشق کا درد، جنوں، وحشت، بیٹھے جگ کی باتیں ہیں

اب تو چاند سر بام آیا اب سکھ کی راتیں ہیں

یاد کبھی اس پونم کی تجھے اور نہیں تڑپائے گی

آپ ہی آپ وہ دل کی رانی پہلو میں آ جائے گی

درد کی راہ دکھانے والا آپ دوا بن جائے گا

پھول سے نازک ہونٹوں سے امرت رس پلوائے گا

ہاں اب دیکھ حجاب اٹھائے ہاں اب کس سے چوری ہے

پونم ہے تو کس کی پونم، گوری کس کی گوری ہے

سونا شہر

کہنہ صدیوں کی افسوں‌زدہ خامشی
تنگ گلیوں کی پہنائی میں چھائی ہے
ایک ویرانی جاوداں و جلی
ساتویں آسماں سے اتر آئی ہے
ایک کہرا ہے پھیلا ہوا دور تک
پھول بن میں نہ پیلی ہری کھتیاں
ایک مذبح کی دیوار کے اس طرف
چیلیں منڈلا رہی ہیں یہاں سے وہاں
گھاٹ خالی ہے پانی سے اترا ہوا
کوئی ملاح بیٹھا نہیں ناؤ میں
دھندلا دھندلا افق کھو گیا ہے کہیں
دیواروں کے جھنڈوں کے پھیلاؤ
زنگ رو دو کش سرنگوں ہو گئے
جیسے ہاری ہوئی فوج کے سنتری
سونے آنگن میں الجھی ہوئی گھاس
بام چھانے میں کیوں دیر اتنی کری
ایک قسمت کا مارا ہوا کارواں
جانے کس دیس سے جانے کس شہر سے
ہا نپتا کانپتا آگیا ہے یہاں
خالی فردا کی خالی امیدیں لیے
ٹھنڈے چوٹھوں میں ٹھٹھری ہوئی آگ ہے
بیکراں درد چہروں پہ پر قوم ہے
کب ٹھکانا ملے کب جنازہ اٹھے
کوئی بتلائے کیا ،کس کو معلوم ہے
شہر آباد تھے گاؤں آباد تھے
عالم رنگ و بو تھا یہیں دوستو
کار گاہوں میں تھا شور محشر بپا
یہ بہت دن کی باتیں نہیں دوستو
کون آیا تھا یہ اور کیا کر گیا
لے گیا کون دھرتی کی تابندگی
جنگلوں میں سے گزرے تو چیخے ہوا
زندگی، زندگی ، زندگی ، زندگی
کونسی نہر کوب سا باغ ہے
کون سے پات ہیں کون سا پھول ہے
زندگانی کے دامن کے پھیلاؤ میں
دشت کے خار ہیں دشت کی دھول ہیں
موٹروں گاڑیوں پیدلوں میں کوئی
طاقت و عزم رفتار باقی ہے
کس کے ایماء ارشاد کے منتظر
مدتوں سے کھڑے ہیں وہیں کے وہیں
راہ گیروں کےا ٹھے قدم تھم گئے
سحر نا وقت نے بے خبر آلیا
جانے والے جہاں تھے وہیں جم گئے
آگے جانے کا جب راستہ نہ ملا
چوک پر آکے سیلِ زماں رک گیا
چوک پر آکے سب راستے کھو گئے
اک سپاہی چلیپا کی صورت کھڑا
سرخ پگڑی ہے سر جمائے ہوئے
مومی شمعوں کی لوئیں لرزنے لگیں
محفلوں کا اجالا گیا ، سو گیا
آمد آمد ہے بلوان طوفان کی
دیکھنا ، دیکھنا ، دیکھنا ، دیکھنا
مہر سے چاند تارے الجھنے لگے
آندھیوں سے غبارے الجھنے لگے
کیسے وحشت کے مارے الجھنے لگے
ایک دشمن سے سارے الجھنے لگے
آرتی کے لیے منتظر ہے جہاں
گوشت اور خون کے سردو جامد بتو
اپنی آنکھوں کی پھیلاؤ تو پتلیاں
کچھ تو بولو زبانوں سے کچھ تو کہو

ابن انشاء

شام ہوئی ہے

شام ہوئی ہے ڈگر ڈگر میں پچھلی شب کی سیائی ہے
پچھم اور کبھی کا ڈوبا ،چار پہر کا راہی ہے
آج کا دن بھی آخر بنتا جگ جگ کا جنجال لیے
اندھیارے نے ایک جھپٹ میں چاروں کوٹ سنبھال لیے
رات نے خیمے ڈیرے ڈالے ہولے ہولے کہاں کہاں
پورب پچھم اتر دکھن ، پھیلا کالا بھبھوت دھواں
سانجھ سمے کی چھایا بیری ،اس کا ناش ناش ہو
دھند کا پھندا جگ جگ پھیلا اندھا نیل آکاش ہوا
سہما سہما ریل کے کالے پل پر دیر سے بیٹھا ہوں
سوچ رہا ہوں سیر تو ہولی ٹھہروں یا گھر لوٹ چلوں
شنٹ کے انجن دھواں اڑاتے آتے ہیں کبھی جاتے ہیں
رنگ برنگے سنگنل ان کو کیا کیا ناچ نچاتے ہیں
جنگلے پر پل کو جھکا اور انگلیوں سے اسے تھپکایا
کوئی مسافر مزے مزے میں پیت کا گیت الاپ چالا
چھاؤنی کے ایک کمپ کا گھنٹہ ٹن ٹن آٹھ بجاتا ہے
شنٹ انجن دھواں اڑاتا آتا ہے کبھی جاتا ہے
اج کی رات اماوس ہے آج گگن پر چاند نہیں
تبھی تو سائے گھنے گھنے ہیں تبھی ستارے ماند نہیں
تبھی تو من میں پھیل چلا الجھا الجھا سوچ کا جال
کل کی یادیں آج کی فکریں آنے والے کل کا خیال
کال کی باتیں کھیتی کھیتی ،بستی بستی ،گلی گلی
جنگ کے چرچے محفل محفل ، گدھوں کی تقدیر بھلی
ایک پہر سے اوپر گزرا سورج کو است ہوئے
کھیت کے جھینگر سوندھی سوندھی خوشبو پا کر مست ہوئے
تن تن تن تن ،دب دب دب دب الجھی الجھی دبی دبی
ایک بجے کی نوبت شاید وقت سے پہلے بجا ٹھی
طوفانی جیکاروں کا اک شور سر صحرا اٹھا
کان بجے یا دشت میں گونجی گھوڑوں کی ٹاپوں کی صدا
کوچ کرو دل دھڑکے بولے پچھم کو اٹھ جانا ہے
کمپ کنارے باجا باجے دور کا دیس بسانا ہے
ایک سجیلی بستی دائیں ،ایک البیلا رستہ بائیں
دیر سے کالے پل پہ کھڑے ہیں اے دل آج کدھر کو جائیں
لہک لہک کر قرنق چیخے دل کے تیس بلوان کرے
کھن کھن کھن کھن کھنڈا باجے کیا کیا کتھا بیان کرے
اجلی خندق اپنے ہی جیالوں کے لہو میں نہائی ہے
جیت نے جھلسی ویرانی کی شوبھا اور بڑھائی ہے

گر تیرا تصور تجھے پروانہ بنا دے

شعلوں کی حضوری میں وفا سے نہ گزرنا

دولہا کی طرح حجلۂ محبوب میں جانا

اس حسن جہاں سوز کی تابش سے نہ ڈرنا

کچا ہے تو اے دوست گل خام کی مانند

بھٹی کی تپش تجھ کو سکھائے گی سنورنا

ابن انشاء

شکستِ ساز

مُدّتوں ان کو فقط ان کو سنانے کے لیے
گیت گائے دل آشفتہ نوانے اے دوست
پر انھیں گوش توجہ سے نوازا نہ گیا
نا شنیدہ ہی رہے اپنے فسانے اے دوست
عشق بیچارہ کو محروم نوا چھوڑ کے وہ
کھو گئے کونسی دنیاؤں میں جانے اے دوست
پھر کبھی فرصتِ اظہار تمنا نہ ہوئی
نا شنیدہ ہی رہے دل کے فسانے اے دوست
اب وہ لوٹے ہیں تو کہتے ہیں جگاسکتے ہیں
دل کو تجدید محبت کے بہانے اے دوست
ان سے کہہ دو کہ وہ تکلیف مروت نہ کریں
اب نہ پھوٹیں گے کبھی اس سے ترانے اے دوست
ان سے کہہ دو کہ بڑی دیر سے خاموش ہے ساز

شہر دل کی گلیوں میں

شہر دل کی گلیوں میں
شام سے بھٹکتے ہیں
!چاند کے تمنائی
بے قرار سودائی
دل گداز تاریکی
روح جاں کو ڈستی ہے
روح و جاں میں بستی ہے
شہر دل کی گلیوں میں
تاک شب کی بیلوں پر
شبنمیں سر شکوں کی
بے قرار لوگوں نے
بے شمار لوگوں نے
یادگار چھوڑی ہے
اتنی بات تھوڑی ہے
صد ہزار باتیں تھیں
حیلۂ شکیبائی
صورتوں کی زیبائی
قامتوں کی رعنائی
ان سیاہ راتوں میں
ایک بھی نہ یاد آئی
جابجا بھٹکتے ہیں
کس کی راہ تکتے ہیں
چاند کے تمنائی
ہی نگر کبھی پہلے
اس قدر نہ ویراں تھا
کہنے والے کہتے ہیں
قریہ نگاراں تھا
خیر اپنے جینے کا
ہی بھی ایک ساماں تھا
آج دل میں ویرانی
ابر بن کے گھر آئی
آج دل کو کیا کہیے
باوفا نہ ہرجائی
پھر بھی لوگ دیوانے
آ گئے ہیں سمجھانے
اپنی وحشت دل کے
بن لیے ہیں افسانے
خوش خیال دنیانے
گرمیاں تو جاتی ہیں
وہ رتیں بھی آتیں ہیں
جب ملول راتوں میں
دوستوں کی باتوں میں
جی نہ چین پائے گا
اور اوب جائے گا
آہٹوں سے گونجے گی
شہر دل کی پہنائی
اور چاند راتوں میں
چاندنی کے شیدائی
ہر بہانے نکلیں گے
آزمانے نکلیں گے
آرزو کی گھرائی
ڈھونڈنے کو رسوائی
سرد سرد راتوں کو
زرد چاند بخشے گا
بے حساب تنہائی
بے حجاب تنہائی
!شہر دل کی گلیوں میں

ابن انشاء

صبح کو آہیں بھر لیں گے ہم

صبح کو آہیں بھر لیں گے ہم
رات کو نالے کر لیں گے ہم
مست رہو تم حال میں اپنے
تم بن کیا ہم جی نہ سکیں گے
پھر بھی کہو تو خوش خوش جی لیں
سوچ سکو تو بگڑا کیا ہے
دیکھ سکو تو دیکھو نا
اب بہت کچھ ہو سکتا ہے
رات کوئی پہلو میں تھا میرے
صبح سے لیکن پہلے پہلے
اک ایک سے اب پوچھ رہا ہوں
تم تو نہیں تھے تم تو نہیں تھے

ابن انشاء

طوفان

باد و باراں کا تند خو طوفاں
سائبانوں پہ دندناتا ہے
دور کش چیختے ہیں رہ رہ کر
ان میں یوں پیچ و تاب کھاتا ہے
رات تاریک ہے بھیانک ہے
کوئی دروازہ کھٹکھٹاتا ہے
بند کمرے میں امن ہے لیکن
تھرتھرانے لگی چراغ کی لو
دل میں بھی اک شمع روشن ہے
جس کی مدھم سی رائیگاں سی ہے ضو
اس کو انجام کا ہراس نہیں
کوئی طوفاں بھی آس پاس نہیں

ابن انشاء

عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

شبوں کو نیند آتی ہی نہیں ہے
طبیعت چین پاتی ہی نہیں ہے
بہت روئے اب آنسو ہیں گراں یاب
کہاں ڈوبا ہے جا کے دل کا مہتاب
ستارے صبح خنداں کے ستارے
بھلا ا تنی بھی جلدی کیا ہے پیارے
کبھی پوچھا بھی تو نے ---کس کو چاہیں
لے پھرتے ہیں ویراں سی نگاہیں
ہماری جاں پہ کیوں ہیں صدمے بھاری
نفس کاسوز ، دل کی بے قراری
خبر بھی ہے ہمارا حال کیا ہے
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے
حکایت ہے ابھی پچھلے دنوں کی
کوئی لڑکی تھی ننھی کا منی سی
گلے زیبا قبائے ، نو بہارے
سیہ آنچل میں اوشا کے ستارے
بہت صبحوں کی باتیں تھیں انیلی
بہت یادوں کی باتیں تھیا نیلی
کبھی سامان تھے دل کے توڑنے کے
کبھی پیمان تھے پھر سے جوڑنے کے
عجب تھا طنز کرنے کا بہانا
نہ تم انشا جی ہم کو بھول جانا
بہت خوش تھے کے خو ش رہنے کے دن تھے
بہر ساعت غزل کہنے کے دن تھے
زمانے نے نیا رخ یوں دیا
اسے ہم سے ہمیں اس سے چھڑایا
پلٹ کر بھی نہ دیکھا پھر کسی نے
اسی عالم میں گزرے دو مہینے
مگر ہم کیسی رو میں بہ چلے ہیں
نہ کہنے کی ہیں باتیں کہہ چلے ہیں
ستارے صبح روشن کے ستارے
تجھے کیا ہم اگر روتے ہیں پیارے
ہمارے غم ہمارے غم رہیں گے
ہم اپنا حال تجھ سے نہ کہیں گے
گزر بھی جا کہ یاں کھٹکا ہوا ہے
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

فردا

ہاری ہوئی روحوں میں

اک وہم سا ہوتا ہے

تم خود ہی بتا دو نا

سجدوں میں دھرا کیا ہے

امروز حقیقت ہے

فردا کی خدا جانے

کوثر کی نہ رہ دیکھو

ترساؤ نہ پیمانے

داغوں سے نہ رونق دو

چاندی سی جبیوں کو

اٹھنے کا نہیں پردا

ہے بھی کہ نہیں فردا

ابنِ انشاء

فرض کرو

فرض کرو ہم اہلِ وفا ہو، فرض کرو دیوانے ہو
فرض کرو یہ دونوں باتیں، جھوٹی ہوں افسانے ہوں
فرض کرو یہ جی کی بپتا، جی سے جوڑ سنائی ہو
فرض کرو ابھی اور ہو اتنی، آدھی ہم نے چھپائی ہو
فرض کرو تمہیں خوش کرنے کے ڈھونڈے ہم نے بہانے ہوں
فرض کرو یہ نین تمہارے سچ مچ کے میخانے ہوں
فرض کرو یہ روگ ہو جھوٹا، جھوٹی پیت ہماری ہو
فرض کرو اس پیت کے روگ میں سانس بھی ہم پہ بھاری ہو
فرض کرو یہ جوگ بجوگ ہم نے ڈھونگ رچایا ہو
فرض کرو بس یہی حقیقت باقی سب کچھ مایا ہو

کچھ رنگ ہیں

کچھ لوگ کہ اودے ،نیلے پیلے ، کالے ہیں
دھرتی پہ دھنک کے رنگ بکھیرنے والے ہیں
کچھ رنگ چرا کے لائیں گے یہ بادل سے
کچھ چوڑیوں سے کچھ مہندی سے کچھ کاجل سے
کچھ رنگ بسنت کے رنگ ہیں رنگ پتنگوں کے
کچھ رنگ ہیں جو سردار ہیں سارے رنگوں میں
کچھ یورپ سے کچھ پچھم سے کچھ دکھن سے
کچھ اتر کے اس اونچے کوہ کے دامن سے
اک گہرا رنگ ہے اکھڑ مست جوانی کا
اک ہلکا رنگ ہے بچپن کی نادانی کا
کچھ رنگ ہیں جیسے پھول کھلے ہوں پھاگن کے
کچھ رنگ ہیں جیسے جھینٹے بھادوں ساون کے
اک رنگ ہے برکھا رت میں کھلتے سیئسو کا
اک رنگ ہے بر ہات میں ٹپکے آنسو کا
یہ رنگ ملاپ کے رنگ یہ رنگ جدائی کے
کچھ رنگ ہیں ان میں وحشت کے تنہائی کے
ان خون جگر کا رنگ ہے گلگوں پیارا بھی
اک دن رنگ ہمارا بھی ہے تمہارا بھی

ابن انشاء

کنارِ بحر کی ایک رات

کسی سے دور جا پڑے کسی کے پاس ہو گئے
کنار کیپسین پہ ہم بہت اداس ہو گئے

ادھر کنار بحر تھا ادھر بلند گھاٹیاں
جنوں کی وحشتیں ہمیں لیے پھر ہیں کہاں کہاں

وہ رات ایک خواب تھی مگر عجیب خواب تھی
کتاب زندگی کا ایک لا جواب باب تھی

ادھر ادھر کی گفتگو زمانے بھر کی گفتگو
رہ دراز عشق کے کٹھن سفر کی گفتگو

دلوں کی آرزو زباں تک آن پلٹ گئی
اسی میں رات کٹ گئی اسی میں بات کٹ گئی

انھیں تو ہم نے پا لیا یہ اپنا آپ کھو گئے
کنار کیپسین پہ ہم بہت اداس ہو گئے

ابنِ انشاء

کیسا بلنکا

پھر گولیاں چل چل اوب گئیں۔۔۔ اے کیسا بلنکا

تری سڑکیں خون میں ڈوب گئیں۔۔۔ اے کیسا بلنکا

مقتل ہے کہ کھاٹی اطلس کی ۔۔اے کیسا بلنکا

گل رنگ ہے ماٹی اطلس کی۔۔۔۔ اے کیسا بلنکا

بڑھے لشکر لشکر ہتیارے ۔۔۔ ۔ اے کیسا بلنکا

لیے توپیں ٹینک اور طیارے ۔۔۔اے کیسا بلنکا

پر تیری دلاور آبادی۔۔۔۔ اے کیسا بلنکا

ہر لب پہ ہے نعرہ آزادی ۔۔۔اے کیسا بلنکا

کھل جائیں ان کے پیچ سبھی۔۔۔اے کیسا بلنکا

ہیں فور و فرانکو ہیچ سبھی ۔۔۔۔اے کیسا بلنکا

دو روز کی ان کو مہلت ہے اے کیسا بلنکا

پھر کوچ نکارا باجت ہے ۔۔۔اے کیسا بلنکا

لا ہاتھ میں دیں ہم ہاتھ ترے۔۔۔اے کیسا بلنکا

ہم لوگ کروڑوں ساتھ ترے ۔۔۔اے کیسا بلنکا

کیوں نام ہم اس کے بتلائیں

تم اس لڑکی کو دیکھتے ہو
تم اس لڑکی کو جانتے ہو
وہ اجلی گوری ؟ نہیں نہیں
وہ مست چکوری نہیں نہیں
وہ جس کا کرتا نیلا ہے؟
وہ جس کا آنچل پیلا ہے ؟
وہ جس کی آنکھ پہ چشمہ ہے
وہ جس کے ماتھے ٹیکا ہے
ان سب سے الگ ان سب سے پرے
وہ گھاس پہ نیچے بیلوں کے
کیا گول مٹول سا چہرہ ہے
جو ہر دم ہنستا رہتا ہے
کچھ چتان ہیں البیلے سے
کچھ اس کے نین نشیلے سے
اس وقت مگر سوچوں میں مگن
وہ سانولی صورت کی ناگن
کیا بے خبرانہ بیٹھی ہے
یہ گیت اسی کا در پن ہے
یہ گیت ہمارا جیون ہے
ہم اس ناگن کے گھائل تھے
ہم اس کے مسائل تھے
جب شعر ہماری سنتی تھی
خاموش دوپٹا چنتی تھی
جب وحشت اسے ستاتی تھی
کیا ہرنی سی بن جاتی تھی
یہ جتنے بستی والے تھے
اس چنچل کے متوالے تھے
اس گھر میں کتنے سالوں کی
تھی بیٹھک چاہنے والوں کی
گو پیار کی گنگا بہتی تھی
وہ نار ہی ہم سے کہتی تھی
یہ لوگ تو محض سہارے ہیں
انشا جی ہم تو تمہارے ہیں
اب اور کسی کی چاہت کا
کرتی ہے بہانا --- بیٹھی ہے

ہم نے بھی کہا دل نے بھی کہا
دیکھو یہ زمانہ ٹھیک نہیں
یوں پیار بڑھانا ٹھیک نہیں
نا دل مانا ، نا ہم مانے
انجام تو سب دنیا والے جانے
جو ہم سے ہماری وحشت کا
سنتی ہے فسانہ بیٹھی ہے
ہم جس کے لئے پردیس پھریں
جوگی کا بدل کر بھیس پھریں
چاہت کے نرالے گیت لکھیں
جی موہنے والے گیت لکھیں
اس شہر کے ایک گھروندے میں
.اس بستی کے اک کونے میں
کیا بے خبرانہ بیٹھی ہے
اس درد کو اب چپ چاپ سہو
انشا جی لہو تو اس سے کہو
جو چتون کی شکلوں میں لیے
آنکھوں میں لیے ،ہونٹوں میں لیے
خوشبو کا زمانہ بیٹھی ہے
لوگ آپ ہی آپ سمجھ جائیں
کیوں نام ہم اس کا بتلائیں
ہم جس کے لیے پردیس پھرے
چاہت کے نرالے گیت لکھے
جی موہنے والے گیت لکھے
جو سب کے لیے دامن میں بھرے
خوشیوں کا خزانہ بیٹھی ہے
جو خار بھی ہے اور خوشبو بھی
جو درد بھی ہے اور دار و بھی
لوگ آپ ہی آپ سمجھ جائیں
کیوں نام ہم اس کا بتلائیں
وہ کل بھی ملنے آئی تھی
وہ آج بھی ملنے آئی ہے
جو اپنی نہیں پرائی ہے

ابن انشاء

لوٹ چلے تم اپنے ڈیرے

لوٹ چلے تم اپنے ڈیرے ڈوب چلے ہیں تارے
پردیسی پردیسی میرے بنجارے بنجارے
یاروں دو نین ہمارے یا جنگل کا جھرنا
ہم سے پیت نہ کرنا پیارے ہم سے پیت نہ کرنا

ابن انشاء

محبت بنا کچھ درکار نہیں

وہ دوست جنھوں نے من میں میرے
میرے درد کا پودا بویا تھا
وہ دوست تو رخصت بھی ہو چکے
اور بار غم دل ساتھ مرا
اب چارہ گرد کچھ بولو نہیں
اب ان باتوں سے تمھیں حاصل کیا
میرے دوست تو شہد کے گھونٹ پیئے
تجھے تلخ مزے کا پتہ ہی نہیں
تیرے دوست تو ہوں گے جلو میں ترے
ترا دل تو مگر ہے غموں کا امیں
یہ جو اجنبی لوگ ہیں ان کی بتا
کبھی ان کو بھی یاد کرے گا کوئی
کبھی طنز سے پوچھیں گے اہل جہاں
تیرے دوست کا ہاتھ کہاں ہے بتا
مگر اہل وفا تو جھجھکتے نہیں
جہاں سر پہ چمکتی ہے تیغ حنا
بڑے ناز سے دیتے ہیں سر کو جھکا
نہیں مانگتے کچھ بھی اجل کے سوا

ابن انشاء

معبدِ ویراں

ٹوٹے کلس والے کھنڈر
اے دیوتاؤں کے مکاں
گھنٹی تری خاموش ہے
ناقوس ہے تیرا کہاں
تیرے پجاری ہیں کدھر
ہے کون تیرا پاسباں
یہ گنبد و محراب دور
ماضی کی شوکت کے نشاں
ویران ہیں کب سے پڑے
بتلا جو کچھ بتلا سکے
بتلا تو کیوں کر ہو گئے
ناراض تجھ سے دیوتا
چھوڑا ہے جو سب نے تجھے
کیا جُرم تجھ سے ہو گیا
بتلا اے گرد آلود بت
بتلا اے پتھر کے خدا
بتلا اے خستہ شمع داں
بتلا اے شمع بے ضیاء
تم کس لیے خاموش ہو
تم کس لیے خاموش ہو
دن ڈھل گیا شام آ گئی
بستی میں اب جاؤں گا میں
تجھ پر چڑھانے کے لیے
جو کچھ ملا لاؤں گا میں
اے بت اے پتھر کے خدا
تو نا چنا ، گاؤں گا میں
رسمیں جو مجھ سے ہو سکیں
تیری بجا لاؤں گا میں
برکت عنایت کر مجھے
آ۔ ۔ یاد کرتا ہوں تجھے

ابنِ انشاء

میرے گھر سے تو سرِ شام ہوئے رخصت

میرے گھر سے تو سر شام ہوئے ہو رخصت
میرے خلوت کدۂ دل سے نہ جانا ہوگا
ہجر میں اور تو سب موت کے ساماں ہوں گے
اک یہی یاد بہلنے کا بہانا ہوگا
تم تو جانے کو ہو اس شہر کو ویراں کر کے
اب کہاں اس دل و حشی کا ٹھکانا ہوگا
بھیگی راتوں میں فقط درد کے جگنو پکڑیں
سونی راتوں میں کبھی یاد کے تارے چومیں
خواب ہی خواب میں سینے سے لگائیں تجھ کو
تیرے گیسو ہی کبھی درد کے مارے چومیں
اپنے زانو پہ تراسر ہی کوئی دم رکھ لیں
اپنے ہونٹوں سے ترے ہونٹ بھی پیارے چومیں

میں ازل سے تمہاری ہوں

میں ازل سے تمہاری ہوں پیارے
میں ابد تک تمہاری رہوں گی
مجھ کو چھوڑا ہے کس کے سہارے
کیسے جاؤ گے، جانے نہ دوں گی

آسماں پر ستارے کہاں ہیں
اور جو ہیں وہ ہمارے کہاں ہیں
زندگی تازگی کھو چکی ہے
بات ہونی تھی جو ہو چکی ہے

ابنِ انشاء

میں ہوں انشا، انشا، انشا

کیوں جانی پہچانی گئی ہو
انشا جی کو جان گئی ہو
جس سے شام سویرے ا کر
فون کی گھنٹی پر بلوا کر
کیا کیا بات کیا کرتی تھیں
کیا کیا عہد لیا کرتی تھیں
دیکھو پیت نبھانا ہو گا
دیکھو چھوڑ نہ جانا ہو گا
پیت لگائی ریت نبھائی
ہم لوگوں کی ریت پرائی
میں ہوں انشا ، انشا ، انشا

ہاں اے دل دیوانا

وہ آج کی محفل میں
ہم کو بھی نہ پہچانا
کیا سوچ لیا دل میں
کیوں ہو گیا بیگانہ
ہاں اے دل دیوانا

وہ آپ بھی آتے تھے
ہم کو بھی بلاتے تھے
کس چاہ سے ملتے تھے
کیا پیار جتاتے تھے
کل تک جو حقیقت تھی
کیوں آج ہے افسانہ
ہاں اے دل دیوانا

بس ختم ہوا قصہ
اب ذکر نہ ہو اسکا
وہ شخص وفا دشمن
اب اس سے نہیں ملنا
گھر اس کے نہیں جانا
ہاں اے دل دیوانا

ہاں کل سے نہ جائیں گے
پر آج تو ہو آئیں
اس کو نہیں پا سکتے
اپنے ہی کو کھو آئیں
تو باز نہ آئے گا
مشکل تجھے سمجھانا
وہ بھی ترا کہنا تھا
یہ بھی ترا فرمانا
چل اے دل دیوانا

ابن انشاء

واردات

رات پھر ان کا انتظار رہا
رات پھر گاڑیاں گزرتی ہیں
وہ کوئی دم میں آئے جاتے ہیں
راہیں سرگوشیاں ہی کرتی رہیں
ایک امید باز دید جو تھی
دل کبھی یاس آشنا نہ ہوا
کب ہوئے وہ نگاہ سے اوجھل
کب انھیں سامنے نہیں پایا
رات پھر میں نے ان سے باتیں کی
رات تک میرے پاس تھے گویا
ہونٹ، رخسار ، کا کلیں ، باہیں
ایک اک چھو کے دیکھ سکتا تھا
پڑگیا سست رات کا جادو
دیکھتے دیکھتے سماں بدلا
ہولے ہولے سرک گئے تارے
چاند کا رنگ پڑ گیا پھیکا
اور پھر مشرقی جھروکے سے
صبح دم آفتاب نے جھانکا
در پہ باہر کسی نے دستک دی
(ڈاکیا ڈاک لے کے آیا تھا)
ایک دو ہی تو لفظ تھے خط میں
اب سکوں آشنا ہیں دیدہ و دل
اب کریں ا نتظار تو کس کا
وہ حسیں ہونٹ وہ حسیں آنکھیں
پھول سا جسم چاند سا چہرہ
عنبریں زلفیں ، مخملیں باہیں
آج تک جن کا لمس باقی تھا
اب فقط ان کی یاد باقی ہے
لٹ گیا عشق کا سر و ساماں
شہر امید ہو گیا ہے ویراں
اس کی اک روئداد باقی ہے
ایک اجڑ سواد باقی ہے

ابن انشاء

ودیالہ سے رام نگر تک

ودیالہ سے رام نگر تک
گرد کا کہرا پھیلا پھیلا
تاروں کی لو پھیکی پھیکی
چاند کا چہرا میلا میلا
انشا جی اس چاند رات میں
کرتے ہوئے کشتی کی سواری
پھر کب آؤ، پھر کب آؤ
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
اسی گنگا کا پانی پی کر
اسی کاشی میں بڑھے پلے ہیں
ہمرے کون دلدر چھوٹے
ہمرے کتنے پاپ کٹے ہیں
ان چوبوں کو درشن دیویں
رام کبھی کبھی شام مراری
ہم لوگوں کی سار نہ لیویں
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
کھیت کھیت میں ٹھا کر لوٹیں
پینٹھ پینٹھ میں بنجارے ہیں
مندر مندر لوبھی بامن
گھاٹ گھاٹ پر ہر کارے ہیں
ایک طرف سرکار کے پیارے
ایک طرف یہ دھن کے پجاری
بندے بھی بھگوان بھی دشمن
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
جھونکے متوالی پروا کے
پرات کال دریا کا کہتا
ڈال ڈال گاتے ہوئے پنچھی
ترل ترل بہتی ہوئی دھار
پورب اور گگن پر کرنیں
پنکھ سنہرے تول رہی ہیں
رات کے اندھیارے کی کرنیں
ایک اک کر کے کھول رہی ہے
رکشا والے بگ ٹٹ بھا گے
اسٹیشن سے لیے سواری
آج تو ہم نے بھی آ دیکھی
کاشی کی ہر بات ہے نیاری
دور دور کے یا تریوں کے
گھاٹ گھاٹ پر ڈیرے ڈالے
پنڈت پنڈت نوکا والے
ا مڈ پڑے کی گٹھڑی کو ڈبونے
ہم بھی پنجا دیس سے آئے
جیون کا دکھ کون بٹائے
جیون کا دکھ سہا نہ جائے
ہم لوگوں پر کشٹ پڑا ہے
ہم لوگوں پر وقت ہے بھاری
لیکن کس کو کون بتائے
کاشی کی ہر بات ہے نیاری

ابن انشاء

یہ نین مرے

ان نینوں میں پیت بھری ہے ان کی انوکھی ریت
کھوٹے کا کبھی کھوٹ نہ دیکھیں دیکھیں پیت ہی پیت
کاگوں کو ابھی نوچ کھلاؤں پاؤں جو بگڑے طور
یہ نیناں کچھ اور جو دیکھیں پیت بنا کچھ اور
پیاروں کی جہاں سنگیت دیکھے جم کر رہے نگاہ
تم من کو مرے صحبت انکی کعبے کی درگاہ
دن بھر دیکھیں سیر نہ ہوویں پیت کو ان کی پیاس
پیت جو پائیں تب کہیں آئیں لوٹ کے میرے پاس
تیغیں پیت کے دن میں ہاریں نینوں کی وہاں جیت
کس کس کا دکھ درد اپنائیں ان کی انوکھی ریت

اس دل کے جھروکے میں اک روپ کی رانی ہے

اس دل کے جھروکے میں اک روپ کی رانی ہے
اس روپ کی رانی کی تصویر بنانی ہے
ہم اہل محبت کی وحشت کا وہ درماں ہے
ہم اہل محبت کو آزاد جوانی ہے
ہاں چاند کے داغوں کو سینے میں بساتے ہیں
دنیا کہے دیوانا ۔۔۔ دنیا دیوانی ہے
اک بات مگر ہم بھی پوچھیں جو اجازت
کیوں تم نے یہ غم یہ کر پردیس کی ٹھانی ہے
سکھ لے کر چلے جانا ، دکھ دے کر چلے جانا
کیوں حسن کے ماتوں کی یہ ریت پرانی ہے
ہدیہ دل مفلس کا چھ شعر غزل کے ہیں
قیمت میں تو ملکے ہیں انشا کی نشانی ہے

اس شام وہ رخصت کا سماں یاد رہے گا

اس شام وہ رخصت کا سماں یاد رہے گا
وہ شہر، وہ کوچہ، وہ مکاں، یاد رہے گا

وہ ٹیس کہ ابھری تھی ادھر یاد رہے گی
وہ درد کہ اٹھا تھا یہاں یاد رہے گا

ہم شوق کے شعلے کی لپک بھول بھی جائیں
وہ شمع فسردہ کا دھواں یاد رہے گا

کچھ میر کے ابیات تھے کچھ فیض کے نسخے
اک درد کا تھا جن میں بیاں یاد رہے گا

جاں بخش سی اس برگ گل تر کی تراوت
وہ لمس عزیز دو جہاں یاد رہے گا

ہم بھول سکے ہیں نہ تجھے بھول سکیں گے
تو، یاد رہے گا، ہاں ہمیں یاد رہے گا

ابن انشاء

انشاجی اٹھو اب کوچ کرو

انشا جی اٹھو اب کوچ کرو، اس شہر میں جی کو لگانا کیا

وحشی کو سکوں سے کیا مطلب، جوگی کا نگر میں ٹھکانا کیا

اس دل کے دریدہ دامن میں، دیکھو تو سہی سوچو تو سہی

جس جھولی میں سو چھید ہوئے، اس جھولی کا پھیلانا کیا

شب بیتی، چاند بھی ڈوب چلا، زنجیر پڑی دروازے پہ

کیوں دیر گئے گھر آئے ہو، سجنی سے کرو گے بہانہ کیا

پھر ہجر کی لمبی رات میاں، سنجوگ کی تو یہی ایک گھڑی

جو دل میں ہے لب پر آنے دو، شرمانا کیا گھبرانا کیا

اس حسن کے سچے موتی کو ہم دیکھ سکیں پر چھو نہ سکیں

جسے دیکھ سکیں پر چھو نہ سکیں وہ دولت کیا وہ خزانہ کیا

جب شہر کے لوگ نہ رستہ دیں، کیوں بن میں نہ جا بسرام کریں

دیوانوں کی سی نہ بات کرے تو اور کرے دیوانہ کیا

جب دہر کے غم سے اماں نہ ملی

جب دہر کے غم سے اماں نہ ملی، ہم لوگوں نے عشق ایجاد کیا

کبھی شہرِ بتاں میں خراب پھرے، کبھی دشتِ جنوں آباد کیا

کبھی بستیاں بن، کبھی کوہ و دمن، رہا کتنے دنوں یہی جی کا چلن

جہاں حُسن ملا وہاں بیٹھ گئے، جہاں پیار ملا وہاں صاد کیا

شبِ ماہ میں جب بھی یہ درد اٹھا، کبھی بیت کہے، لکھی چاند نگر

کبھی کوہ سے جا سر پھوڑ مرے، کبھی قیس کو جا استاد کیا

یہی عشق بالآخر روگ بنا، کہ ہے چاہ کے ساتھ بجوگ بنا

جسے بننا تھا عیش وہ سوگ بنا، بڑا مَن کے نگر میں فساد کیا

اب قربت و صحبتِ یار کہاں، اب و عارض و زلف و کنار کہاں

اب اپنا بھی میر سا عالم ہے، ٹک دیکھ لیا جی شاد کیا

دیکھ مری جاں کہ گئے باہو

دیکھ مری جاں کہ گئے باہو، کون دلوں کی جانے، ہُو
بستی بستی صحرا صحرا، لاکھوں کریں دوانے ہُو
جوگی بھی جو نگر نگر میں مارے مارے پھرتے ہیں
کاسہ لئے بھبوت رمائے سب کے دوارے پھرتے ہیں
شاعر بھی جو میٹھی بانی بول کہ من کو ہرتے ہیں
بنجارے جو اونچے داموں جی کے سودے کرتے ہیں
ان میں سچّے موتی بھی ہیں، ان میں کنکر پتھر بھی
ان میں اتھلے پانی بھی ہیں، ان میں گہرے ساگر بھی
گوری دیکھ کے آگے بڑھنا، سب کا جھوٹا سچّا، ہُو
ڈوبنے والی ڈوب گئی وہ گھڑا تھا جس کا کچّا ہُو

دیکھ ہماری دید کے کارن کیسا قابلِ دید ہوا

دیکھ ہماری دید کے کارن کیسا قابلِ دید ہوا
ایک ستارا بیٹھے بیٹھے تابش میں خورشید ہوا

آج تو جانی رستہ تکتے، شام کا چاند پدید ہوا
تو نے تو انکار کیا تھا، دل کب نا امید ہوا

آن کے اس بیمار کو دیکھے، تجھ کو بھی توفیق ہوئی؟
لب پر اس کے نام تھا تیرا، جب بھی درد شدید ہوا

ہاں اس نے جھلکی دکھلائی، ایک ہی پل کو دریچے میں
جانو اک بجلی لہرائی، عالم ایک شہید ہوا

تو نے ہم سے کلام بھی چھوڑا، عرضِ وفا کی سنتے ہیں
پہلے کون قریب تھا ہم سے، اب تو اور بعید ہوا

دنیا کے سب کارج چھوڑے، نام پہ تیرے انشاء نے
اور اسے کیا تھوڑے غم تھے؟ تیرا عشق مزید ہوا

رات کے خواب سنائیں کس کو

رات کے خواب سنائیں کس کو، رات کے خواب سہانے تھے

دھندلے دھندلے چہرے تھے، پر سب جانے پہچانے تھے

ضدّی، وحشی، الہڑ، چنچل، میٹھے لوگ رسیلے لوگ

ہونٹ ان کے غزلوں کے مصرعے، آنکھوں میں افسانے تھے

وحشت کا عنوان ہماری، ان میں سے جو نام بنی

دیکھیں گے تو لوگ کہیں گے، انشاء جی دیوانے تھے

یہ لڑکی تو ان گلیوں میں روز ہی گھوما کرتی تھی

اس سے ان کو ملنا تھا تو اس کے لاکھ بہانے تھے

ہم کو ساری رات جگایا، جلتے بُجھتے تاروں نے

ہم کیوں ان کے در پر اُترے، کتنے اور ٹھکانے تھے

سو سو تہمت ہم پہ تراشی کوچہ رقیبوں نے

سو سو تہمت ہم پہ تراشی کوچہ رقیبوں نے
خطبے میں لیکن نام ہمیں لوگوں کا پڑھا خطیبوں نے

شب کی بساط ناز لپیٹو، شمع کے سرد آنسو پونچھو
نقارے پر چوب لگا دی صبح کے نئے نقیبوں نے

کس کو خبر ہے رات کے تارے کب نکلے کب ڈوب گئے
شام و سحر کا پیچھا چھوڑا آپ کے درد نصیبوں نے

امن کی مالا جپنے والے جیالے تو خاموش رہے
فتح مبین کے جھنڈے گاڑے شہر بہ شہر صلیبوں نے

انشا جی اب آئے جو ہو دو بیت کہو اور اٹھ جاؤ
تمہی کہو تمہیں شاعر مانا کب سے بڑے ادیبوں نے

فقیر بن کر تم ان کے در پر

فقیر بن کر تم ان کے در پر ہزار دھونی رما کے بیٹھو
جبیں کے لکھے کو کیا کرو گے جبیں کا لکھا مٹا کے بیٹھو

اے ان کی محفل میں آنے والو اے سود و سو دام بتانے والو
جو ان کی محفل میں آ کے بیٹھو تو ساری دنیا بھلا کے بیٹھو

بہت جتاتے ہو چاہ ہم سے مگر کرد گے نباہ ہم سے
ذرا ملاؤ نگاہ ہم سے، ہمارے پہلو میں آ کے بیٹھو

جنوں پرانا ہے عاشقوں کا جو یہ بہانہ ہے عاشقوں کا
تو اک ٹھکانا ہے عاشقوں کا حضور جنگل میں جا کے بیٹھو

ہمیں دکھاؤ زرد چہرا، لیے یہ وحشت کی گرد چہرا
رہے گا تصویر درد چہرا جو روگ ایسے لگا کے بیٹھو

جناب انشا یہ عاشقی ہے جناب انشا یہ زندگی ہے
جناب انشا جو ہے یہی ہے نہ اس سے دامن چھڑا کے بیٹھو

قرب میسر ہو تو یہ پوچھیں

قرب میسر ہو تو یہ پوچھیں درد ہو تم یا درماں ہو

دل میں تو آن بسے ہو لیکن مالک ہو یا مہماں ہو

دوری، آگ سے دوری بہتر قربت کا انجام ہے راکھ

آگ کا کام فروزاں ہونا راکھ ضرور پریشاں ہو

سودا عشق کا سودا ہم جان کے جی کو لگایا ہے

عشق یہ صبر و سکوں کا دشمن پیدا ہو یا پنہاں ہو

عشق وہ آگ کہ جس میں تپ کر سونا کندن بنتا ہے

آگ میں تجھ کو کچھ نہیں ہو تو اس آگ میں بریاں ہو

شہر کے دشت کہو بھئی سادھو ہاں بھئی سادھو شہر دشت

ہم بھی چاک گریباں ٹھہرے تم بھی چاک گریباں ہو

کل چودھویں کی رات تھی

کل چودھویں کی رات تھی، شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا یہ چاند ہے، کچھ نے کہا چہرا تیرا
ہم بھی وہیں موجود تھے ہم سے بھی سب پوچھا کیے
ہم ہنس دیئے ہم چپ رہے، منظور تھا پردہ تیرا
اس شہر میں کس سے ملیں، ہم سے چھوٹیں محفلیں
ہر شخص تیرا نام لے، ہر شخص دیوانہ تیرا
دو اشک جانے کس لیئے، پلکوں پہ آکر ٹک گئے
الطاف کی بارش تیری، اکرام کا دریا تیرا
ہم پر یہ سختی کی نظر ہم ہیں فقیر رہگزر
رستہ کبھی روکا تیرا دامن کبھی تھاما تیرا
ہاں ہاں تری صورت حسین لیکن تو ایسا بھی نہیں
اس شخص کے اشعار سے شہرہ ہوا کیا کیا تیرا
بے درد سنّی ہو تو چل کہتا ہے کیا اچھی غزل
عاشق تیرا، رسوا تیرا، شاعر تیرا، انشا تیرا

لب پر کسی کا بھی ہو، دل میں تیرا نقشا ہے

لب پر کسی کا بھی ہو، دل میں تیرا نقشا ہے
اے تصویر بنانے والی، جب سے تجھ کو دیکھا ہے
بے ترے کیا وحشت ہم کو، تجھ بن کیسا صبر و سکوں
تو ہی اپنا شہر ہے جانی تو ہی اپنا صحرا ہے
نیلے پربت، اودی دھرتی، چاروں کوٹ میں تو ہی تو
تجھ سے اپنے جی خلوت، تجھ سے من کا میلا ہے
آج تو ہم بکنے کو آئے، آج ہمارے دام لگا
یوسف تو بازار وفا میں ایک ٹکے کو بکتا ہے
لے جانی اب اپنے من کے پیراہن کی گرہیں کھول
لے جانی اب آدھی شب ہے چار طرف سناٹا ہے
طوفانوں کی بات نہیں ہے، طوفاں آتے جاتے ہیں
تو اک نرم ہوا کا جھونکا، دل کے باغ میں ٹھہرا ہے
یا تو آج ہمیں اپنا لے یا تو آج ہمارا بن
دیکھ کہ وقت گزرتا جائے، کون ابد تک جیتا ہے
فردا محض فسوں کا پردا، ہم تو آج کے بندے ہیں
ہجر و وصل وفا اور دھوکا سب کچھ آج پہ رکھتا ہے